فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين

ماہنامہ

جہلم

السنۃ

شمارہ نمبر 04

صفر ۱۴۳۰ھ، فروری ۲۰۰۹ء

مدیر

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

- عالم الغیب کون؟
- تشہد میں بے وضو ہو جائے تو ۔۔۔۔
- بچے کے پیشاب پر چھینٹے کافی ہیں
- کیا روزِ قیامت ماں کے نام سے پکارا جائے گا؟
- سجدہ سہو کے طریقے
- نکاحِ حلالہ زنا ہے

دار التخصص والتحقیق، جہلم، پاکستان

www.ircpk.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت کون؟ حافظ ابو یحییٰ نور پوری

امام ابوبکر بن ابی عاصم رحمہ اللہ (م ۲۸۷) فرماتے ہیں:

''مجھ سے سوال ہوا ہے کہ سنت کیا ہے؟ سنت ایک جامع نام ہے، جو بہت سے معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، وہ معانی جو اہل علم نے بالاتفاق سنت کے کیے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱☆ تقدیر کا اثبات ۔۲☆ فعل کی استطاعت فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے ۔۳☆ اچھی بری تقدیر پر ایمان ۔۴☆ ہر مطیع کی اطاعت توفیقِ الٰہی کی مرہونِ منت ہے اور ہر گناہ گار کی معصیت اللہ کی ناراضی کی وجہ سے ہے ۔۵☆ نیک بخت وہ ہے، جسے پہلے ہی (تقدیرِ الٰہی میں) خوش بختی مل گئی ہے اور بد بخت وہ ہے، جسے پہلے ہی (تقدیرِ الٰہی میں) بدبختی مل گئی ہے ۔۶☆ کائنات کی چیزیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت سے خارج نہیں ۔۷☆ بندوں کے اچھے اور برے کام ان کے فعل ہیں اور خالقِ کائنات کی مخلوق ہیں ۔۸☆ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی فرمائی ہوئی کلام ہے، مخلوق نہیں، جو دلیل مل جانے کے بعد بھی اسے مخلوق سمجھے، وہ کافر ہے ۔ ۹☆ ایمان (زبان کے) قول اور (دل اور اعضاء کے) عمل کا نام ہے، اس میں کمی وبیشی ہوتی ہے ۔ ۱۰☆ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا اثبات کہ مؤمن آخرت میں حقیقی طور پر اسے دیکھ سکیں گے، جیسا کہ احادیث میں بیان ہے ۔۱۱☆ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے افضل ہیں، خلیفۂ راشد ہیں اور صحابۂ کرام میں سے خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، اسی طرح ان کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ ہے، پھر اسی طرح ان کے بعد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، پھر اسی طرح ان کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں ۔۱۲☆ عذابِ قبر ۱۳☆ منکر نکیر ۱۴☆ شفاعت ۱۵☆ حوضِ کوثر اور ۱۶☆ میزان (ان سب چیزوں کو برحق سمجھنا اور ان پر ایمان لانا) ۔۱۷☆ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت، ان کے فضائل ومناقب کا اعتراف اور ان کی ذات وخلافت پر طعن وتشنیع سے اجتناب ۔۱۸☆ فوت ہونے والے مؤحدین کا جنازہ ۔۱۹☆ گناہ گار مؤحدین کے لیے دعائے رحمت اور ان کی بخشش کی امید ۔۲۰☆ وعید کو چھوڑ کر بندوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔

(السنة لابن ابی عاصم: ۱۰۲۷۔۱۰۳۲)

☆☆.....☆☆.....☆☆

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

السنۃ

شمارہ نمبر۴، صفر ۱۴۳۰ ہجری، فروری 2009ء

1۔ عالم الغیب کون؟۔۔۔ غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری 02

2۔ تشہد میں بے وضو ہو جائے تو۔۔۔۔ غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری 10

3۔ سجدۂ سہو کے طریقے۔۔۔۔۔ غلام مصطفیٰ امن پوری 19

4۔ بچے کے پیشاب پر چھینٹے کافی ہیں۔۔ حافظ ابو یحییٰ نور پوری 22

5۔ سجدہ کی دعائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابن الحسن المحمدی 33

6۔ قارئین کے سوالات۔۔۔۔۔ غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری 37

7۔ نکاحِ حلالہ زنا ہے۔۔ غلام مصطفیٰ ظہیرامن پوری 43

8۔ عدل ہو تو ایسا۔ حافظ ابو یحییٰ نور پوری 47

Islamic Research Centre Rawalpindi

عالم الغیب کون؟ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، یہ اہلِ سنت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے، جیسا کہ امامِ اہلِ سنت حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱۔۷۷٤) لکھتے ہیں:

واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ یعلم ما کان وما یکون وما لم یکن ، لو کان کیف یکون ، وھذا مجمع علیہ عند أھل السّنّة والجماعة .

''اہلِ سنت والجماعت کا یہ اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے کہ جو ہو گیا، جو ہونے والا ہے اور جو نہیں ہوا، اگر وہ ہوتا تو کیسے ہوتا، اس کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر : ٤٢/٥، سورة العنکبوت ، تحت آیة : ٣)

١☆ ﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾(یونس : ٢٠) ''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ غیب اللہ کا خاصہ ہے۔''

٢☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾(النمل : ٦٧)

''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ زمین و آسمان میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔''

حافظ ابنِ کثیر اس آیتِ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

یقول تعالیٰ آمرا رسولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم أن یقول معلّما لجمیع الخلائق : انّہ لا یعلم أحد من أھل السّماوات والأرض الغیب ، وقولہ (اِلَّا اللّٰهُ) استثناء منقطع ، ای : لا یعلم أحد ذلک الّا اللّٰہ عزّ وجلّ ، فانّہ منفرد بذلک وحدہ ، لا شریک لہ ، کما قال ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾(الانعام : ٥٩)

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ تمام مخلوقات کو (عقیدہ) سکھاتے ہوئے یہ فرما دیں کہ آسمان و زمین کا کوئی فرد بھی غیب نہیں جانتا، الا اللہ کے لفظ سے استثناء منقطع واقع ہوا ہے، یعنی غیب کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، وہ اس صفت میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾(الانعام : ٥٩) (اسی کے پاس غیب کے خزانے ہیں، جن کو صرف وہی جانتا ہے)۔'' (تفسیر ابن کثیر : ٦٨٠/٤)

٣☆ ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(النحل : ٧٧) ''اور اللہ ہی کے لیے آسمان و زمین کا غیب ہے۔''

٤☆ ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾(الانعام : ٥٩)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، ان کو صرف وہی جانتا ہے۔''

۵☆ ﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْبِهٖ وَ اَسْمِعْ﴾(الکھف : ۲۶)

''اسی کے لیے آسمان وزمین کا غیب ہے، وہ کیا خوب دیکھنے اور سننے والا ہے!''

۶☆ ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾(الاعراف : ۱۸۸)

''(اے نبی!) کہہ دیجیے، میں اپنی جان کے لیے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے نقصان پہنچتا ہی نہ، میں تو صرف ایمان لانے والے لوگوں کو ڈرانے اور خوشخبری دینے والا ہوں۔''

اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

أمره اللّٰه تعالیٰ أن يفوّض الأمور اليه ، وأن يخبر عن نفسه أنّه لا يعلم الغيب المستقبل ، ولا اطّلاع له على شيئ من ذلک الّا بما اطّلعه اللّٰه عليه .

''اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام تر معاملات اللہ کے سپرد کر دیں اور اپنے بارے میں یہ خبر دیں کہ وہ غیب دان نہیں، نہ ہی کسی چیز پر مطلع ہیں، سوائے اس کے کہ اللہ نے آپ کو اس پر مطلع کر دیا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر : ۲۴۹/۳)

۷☆ ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾(الاحقاف : ۹)

''(اے نبی!) کہہ دیں، میں کوئی نیا رسول نہیں، نہ ہی میں جانتا ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں، جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے، نیز میں صرف واضح ڈرانے والا ہوں۔''

مسئلہ علمِ غیب احادیث کی روشنی میں

۱☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

ومن حدّثک أنّه يعلم الغيب فقد كذب وهو يقول : لا يعلم الغيب الّا اللّٰه .

''جو آپ کو بتائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، وہ جھوٹا ہے، حالانکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود

Islamic Research Center Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فرماتے ہیں کہ غیب کی باتوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(صحیح بخاری : ۱۰۹۸/۲، ح : ۷۳۸۰، صحیح مسلم : ۹۸/۱، ح : ۱۷۷)

سبحان اللہ! بھائیو اور بہنو! ذرا غور کرو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب خیال کرنے والے کو جھوٹا قرار دے رہی ہیں، قرآنِ کریم کی آیتِ کریمہ سے ثابت کر رہی ہیں کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے، یاد رہے کہ اللہ کی صفت مخلوق میں ماننا شرک ہے، اپنا عقیدہ بنالیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں تھے، وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتایا جاتا تھا، وحی کے بغیر آپ کچھ نہیں جانتے تھے۔

۲☆ سیدہ ربیع بنتِ معوّذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بچی نے کہا: **وفینا نبی یعلم ما فی غد** (ہمارے ہاں وہ نبی تشریف فرما ہیں، جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقولی ھکذا . ''ایسی بات مت کہو۔'' (صحیح بخاری : ۵۷۰/۲، ح : ۴۰۰۱)

سنن ابنِ ماجہ (۱۸۹۷، وسندہٗ صحیح) میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کو فرمایا:

ما یعلم ما فی غد الّا اللّٰہ . ''کل کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔''

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

واللّٰہ ما أدری وأنا رسول اللّٰہ ما یفعل بی ولا بکم .

''اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری : ۱۰۳۹/۲، ح : ۷۰۱۷)

۳☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے، جب ہم بیداء یا ذات الجیش (یہ دونوں جگہ کے نام ہیں) میں تھے تو میرا ہار ٹوٹ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلاش کرنے کے لیے پڑاؤ کیا، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑاؤ کر لیا اور وہ پانی کے پاس نہ تھے، لوگوں نے ابوبکر صدیق کے پاس آ کر کہا، کیا آپ نہیں دیکھتے جو عائشہ نے کیا ہے؟ انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے، نہ وہ پانی کے پاس ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے، ابوبکر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر مبارک رکھ کر سو چکے تھے، ابوبکر نے کہا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا ہے، نہ وہ پانی کے پاس ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے، سیدہ عائشہ نے کہا کہ مجھے ابوبکر صدیق نے ڈانٹا اور جو اللہ کو منظور تھا کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے پہلو میں کچوکے مارنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

میری ران پر ہونے نے مجھے ہلنے سے روکے رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے بغیر صبح کو بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی، پھر لوگوں نے تیمّم کیا، اسید بن حضیر نے کہا، اے آلِ ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے (بلکہ آپ کی وجہ سے امت کو بے شمار برکتیں ملی ہیں)، سیدہ عائشہ نے کہا، پھر ہم نے وہ اونٹ اٹھایا، جس پر میں سوار تھی تو ہم نے ہار اس کے نیچے سے پالیا۔''

(صحیح بخاری : ۴۸/۱، ح : ۳۳٤، صحیح مسلم : ۱۶۰/۱، ح : ۳۶۷)

یہ حدیث بھی علمِ غیب کی نفی پر دلیل ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہونے کی صورت میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو رکنا پڑا، اسی پریشانی میں صبح کی، پانی وضو کے لیے تو درکنار پینے کے لیے بھی نہ تھا، اللہ رب العزت نے تیمّم کی آیات نازل فرما دیں، کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہار کہاں ہے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے، بالآخر اونٹ اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار برآمد ہوا، کیا کوئی اس کے باوجود بھی کہہ سکتا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان تھے؟

۴☆ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم صلّٰی فی نعلیہ ، فصلّ النّاس فی نعالھم ، ثم ألقیٰ نعلیہ ، فألقی النّاس نعالھم وھم فی الصّلوٰۃ ، فلمّا قضیٰ صلوتہ قال : ما حملکم علی القاء نعالکم فی الصّلوٰۃ ؟ قالوا : یا رسول اللّٰہ ! رأیناک فعلت ففعلنا ، فقال : انّ جبریل أخبرنی أنّ فیھما أذی ، فاذا أتیٰ أحدکم المسجد ، فلینظر ، فان رأیٰ فی نعلیہ أذی ، فلیخلعھما ، والّا فلیصلّ فیھما .

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتوں میں نماز پڑھائی، لوگوں نے بھی اپنے جوتوں میں نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دورانِ نماز ہی) اپنے جوتے اتار دیئے، لوگوں نے بھی نماز میں اپنے جوتے اتار دیئے، جب آپ نے نماز مکمل کی تو فرمایا، تمہیں نماز میں جوتے اتارنے پر کس چیز نے مجبور کر دیا؟ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو کر لیا، آپ نے فرمایا، بے شک جبریل نے مجھے بتایا تھا کہ ان جوتوں میں گندگی ہے، جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو دیکھے، اگر ان میں گندگی دیکھے تو اتار دے، ورنہ ان میں ہی نماز پڑھ لیا کرے۔''

(مسند الطیالسی : ص ۲۸٦، مسند الامام احمد : ۲۰/۳، سنن ابی داوٗد : ٦۵۰، مسند عبد بن حمید : ۸۸۰، مسند ابی یعلیٰ : ۱۱۹٤، السنن الکبریٰ للبیھقی : ٤۰٦/۲، وسندہٗ صحیح)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ (۱۰۱۷) اور امام ابنِ حبان (۲۱۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حاکم

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

(۲۶۰/۱) نے اس کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(خلاصة الاحکام : ۳۱۹/۱)

قارئین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میرا جوتا نجاست آلودہ ہے، جبریل کے بتانے پر اتارا، یہ حدیثِ پاک آپ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرتی ہے۔

۵☆ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

خمسٌ لا یعلمھن الّا اللّٰہ تعالیٰ : ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾(لقمان : ۳٤)

''پانچ چیزوں کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، (پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان : ۳٤) (بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحموں میں ہے اور نہیں جانتی کوئی جان کیا وہ کل کو کمائے گی اور نہ جانتی ہے کوئی جان کہ کس جگہ اسے موت آئے گی، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے)۔'' (مسند الامام احمد : ۳۵۳/۵، وسندہٗ حسن)

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: **رجال أحمد رجال الصّحیح** .(مجمع الزوائد : ۸۹/۷۔۹۰)

حافظ سیوطی نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(الدر المنثور : ۵۳۱/٦) یہ دلیل عدمِ غیب پر برہانِ عظیم ہے۔

٦☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عید کے بعد گھر تشریف لائے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی (دروازے پر) آئی، ملاقات کی اجازت مانگ رہی تھی، کہا گیا، اے اللہ کے رسول! یہ زینب ہے، آپ نے فرمایا، أیّ الزّیانب؟ کون سی زینب؟ کہا گیا، عبداللہ بن مسعود کی بیوی، فرمایا، ہاں، اسے اندر آنے دو!

(صحیح بخاری : ۱۹۷/۱، ح : ۱٤٦۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا کہ دروازے پر کون ہے، یہ علمِ غیب کی نفی پر زبردست دلیل ہے۔

۷☆ **عن محمود بن لبید عن رجال من بنی عبد ألاشھل قالوا : فقال زید بن اللّصیت وھو فی رحل عمارۃ ، وعمار ۃ عند رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : أ لیس محمّد یزعم أنّہ نبیّ ویخبرکم عن خبر السّماء ، وھو لا یدری أین ناقتہ ؟ فقال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم**

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

وعمارة عنده أنّ رجلا قال : هذا محمّد يخبركم أنّه نبيّ ويزعم أنّه يخبركم بأمر السّماء وهو لا يدري أين ناقته ؟ وانّي واللّٰه ما أعلم ما علمني اللّٰه وقد دلّني اللّٰه عليها ، وهي في الوادي في الشّعب كذا وكذا ، قد حبسها شجرة بزمامها ، فانطلقوا حتى تأتوني بها ، فذهبوا ، فجاؤا بها .

''محمود بن لبید بنوعبدالاشہل کے لوگوں سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، زید بن اللصیت نے کہا، وہ عمارہ کی رہائش گاہ پر تھا اور عمارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبکہ عمارہ آپ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے کہا، یہ محمد تمہیں خبر دیتا ہے کہ وہ نبی ہے اور کہتا ہے کہ وہ تمہیں آسمان کی خبر دیتا ہے، وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ اللہ کی قسم! میرے پاس وہی علم ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اور اس اونٹنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی دے دی ہے کہ وہ فلاں وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے، اس کی لگام درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے، جاؤ، اسے میرے پاس لے آؤ! وہ اسے لے کر آ گئے۔'' (المغازی لابن اسحاق کما فی السیرۃ لابن ھشام : ۵۲۳/۲، وسندہٗ حسن، وابن اسحاق وثقہ الجمھور)

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علمِ غیب نہیں تھا، بلکہ آپ اللہ کی وحی سے معلوم کر لیتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ (ھود:۴۹)

''یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں، جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ ان کو جانتے تھے نہ آپ کے قوم کے لوگ۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت کے متعلق جو باتیں اور پیشین گوئیاں کی ہیں، وہ اللہ کی وحی سے کی ہیں، جیسا کہ آپ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مختلف جگہوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا کہ کل اس جگہ فلاں کافر اور اس جگہ فلاں کافر قتل ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (صحیح مسلم : ۱۰۲/۲، ح : ۱۷۷۹)

یہ بات آپ نے علم یعنی وحی سے بتائی۔

۸☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما أدري تبّع ألعيناً كان أم لا ؟ وما أدري ذاالقرنين أنبيّاً كان أم لا ؟ وما أدري الحدود كفّارات لأهلها أم لا ؟

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''میں نہیں جانتا کہ تبع (قوم سبا کا سردار) لعین تھا یا نہیں، میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں، نیز حدود لوگوں کے لیے کفارہ بنتی ہیں یا نہیں؟''

(سنن ابی داوٗد : ٤٦٧٤، البزار (کشف : ١٥٤٣)، السنن الکبریٰ للبیهقی : ٣٢٩/٨، واللفظ له ، وسندهٗ صحیح)

امام حاکم کہتے ہیں: هٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط الشّیخین ، ولا أعلم له علّة .

''یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے، مجھے اس میں کوئی علت معلوم نہیں۔'' (٣٦/١، ١٧/٢)

حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابنِ حزم فرماتے ہیں: سندهٗ صحیح ولا نعلم له علّة .(المحلّٰی : ١٤/١٣)، حافظ ہیثمی کہتے ہیں: رجاله رجال الصّحیح . (مجمع الزوائد : ٢٦٥/٦) حافظ ابنِ حجر کہتے ہیں: صحیح علیٰ شرط الشّیخین . (فتح الباری : ٧٢/١)، ابنِ ترکمانی حنفی کہتے ہیں: سندهٗ صحیح (الجوهر النقی : ٣٢٩/٨)

یہ حدیث اس بات پر بیّن دلیل ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہ تھا، ان میں سے بعض چیزیں اللہ تعالیٰ نے بعد میں آپ کو بتادی تھیں۔

٩☆ عن عائشة أنّ یهودیة کانت تخدمها ، فلا تضع عائشة الیها شیئا من المعروف الّا قالت لها الیهودیّة : وقاک اللّٰه عذاب القبر ، قالت : فدخل رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم علیّ ، فقلت : یا رسول اللّٰه ! هل للقبر عذاب قبل یوم القیامة ؟ قال : لا ، وعمّ ذٰلک ، قالت : هذه الیهودیّة لا نضع الیها من المعروف شیئا الّا قالت : وقاک اللّٰه عذاب القبر ، قال : کذبت الیهود ، وهم علی اللّٰه عز وجل کذب ، لا عذاب دون یوم القیامة ، قالت : ثمّ مکث بعد ذٰلک ما شاء اللّٰه أن یمکث ، فخرج ذات یوم نصف النّهار مشتملا بثوبه محمرّة عیناه وهو ینادی بأعلیٰ صوته : أیّها النّاس ! أظلّتکم الفتن کقطع اللّیل المظلم ، أیّها النّاس ! لو تعلمون ما أعلم لبکیتم کثیرا و ضحکتم قلیلا ، أیّها النّاس ! استعیذوا باللّٰه من عذاب القبر ، فانّ عذاب القبر حقٌّ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت کرتی تھی، جب بھی عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے کوئی نیکی کرتیں تو وہ کہتی، اللہ آپ کو عذابِ قبر سے بچائے! ایک دن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت سے پہلے قبر کا کوئی عذاب ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں، کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کی، یہ یہودی عورت جب بھی میں اس سے کوئی نیکی کرتی ہوں تو کہتی ہے، اللہ آپ کو قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے! آپ نے فرمایا، یہودی جھوٹے ہیں، یہ اللہ پر جھوٹ

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بولتے ہیں، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں، پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا، آپ ٹھہرے رہے، پھر ایک دن دوپہر کے وقت کپڑے لپیٹے ہوئے آپ باہر نکلے، آپ کی آنکھیں سرخ تھیں، با آوازِ بلند فرما رہے تھے، اے لوگو! تمہیں رات کی تاریکی کی طرح فتنوں نے گھیر لیا ہے، اے لوگو! اگر تمہارے پاس وہ علم آجائے، جو میرے پاس ہے تو تم زیادہ رونے اور کم ہنسنے لگو، اے لوگو! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ پکڑو، کیونکہ عذابِ قبر برحق ہے۔'' (مسند الامام احمد : ٦/٨١ ، وسندهٗ صحيح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عذابِ قبر کا علم نہ تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی آگاہی دی، یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ آپ ''ماکان ومایکون'' کا علم نہیں رکھتے تھے۔

١٠☆ سیدنا سلمہ بن اکوع کہتے ہیں:

كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فى قبة حمراء اذا جاء ه رجل على فرس عقوق يتبعها مهره ، فقال : من أنت ؟ قال : أنا رسول الله ، قال : متى السّاعة ؟ قال : غيب ، ولا يعلم الغيب الا الله ، قال : فما فى بطن فرسى ؟ قال : غيب ، ولا يعلم الغيب الا الله ، قال : فأعطنى سيفک، قال : ها ، فأخذه ، فسلّه ، ثمّ هزّه ، فقال : رسول الله صلّى الله عليه وسلّم انّک لن تستطيع الّذى أردتّ ، ثمّ قال : انّ هٰذا أقبل ، فقال : آتيه ، فأسأله ، ثمّ آخذ سيفى ، فأقتله ، فغمد السّيف.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کے شامیانے میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا، جو حاملہ اونٹنی پر سوار تھا اور اس کا بچھڑا اس کے پیچھے چل رہا تھا، اس نے (آتے ہی) کہا، آپ کون ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں، کہا، قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، یہ غیب کی بات ہے اور غیب اللہ ہی جانتا ہے، کہنے لگا، میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ فرمایا، یہ غیب کی بات ہے اور غیب اللہ ہی جانتا ہے، کہا، مجھے اپنی تلوار دیں، فرمایا، پکڑو، اس تلوار کو میان سے نکال کر لہرایا، آپ نے فرمایا، تم جو چاہتے ہو، اسے کر گزرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، پھر فرمایا، یہ شخص اس ارادہ سے آیا تھا کہ میں آپ کے پاس جاؤں گا، سوال کروں گا، پھر (موقع پا کر) تلوار سے ان کا کام تمام کر دوں گا، پھر اس نے تلوار میان میں ڈال دی۔''

(المستدرك للحاكم : ١/٨، المعجم الكبير للطبرانى : ٧/١٨، والسياق لهٗ ، مسند الرؤيانى : ١١٤٨، وسندهٗ صحيح)

اس حدیث کو امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے اس کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حافظ ہیثمی کہتے ہیں: **رجاله رجال الصّحيح** .(مجمع الزوائد : ٨/٢٢٧)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

تشہد کے بعد بے وضو ہو جائے تو!!! غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کا اختتام سلام سے کرتے تھے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وکان یختم الصّلوٰۃ بالتّسلیم . ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سلام کے ساتھ ختم کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم : ۱۹٤/۱، ح : ٤۹۸)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کنت أرٰی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یسلم عن یمینہ وعن یسارہ حتّٰی أرٰی بیاض خدّہ

''میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا، یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتا۔'' (صحیح مسلم : ۲۱٦/۱، ح : ۵۸۲)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی یوں رہنمائی فرمائی:

ثمّ یسلّم علیٰ أخیہ من علیٰ یمینہ وشمالہ .

''پھر وہ (نمازی تشہد کے بعد) اپنے دائیں اور بائیں (نمازی) بھائی پر سلام کہے۔'' (صحیح مسلم : ٤۳۱)

یہ اور ان جیسی دوسری احادیثِ مبارکہ کے خلاف آلِ تقلید یوں ہرزہ سرائی کرتے ہیں:

وان سبقہ الحدث بعد التّشھد توضّأ وسلّم ، فان تعمّد الحدث فی ھذہ الحالۃ أو تکلّم أو عمل عملا ینافی الصّلوٰۃ تمّت صلوتہٗ .

''اگر کسی (نمازی) کی تشہد کے بعد غیر دانستہ طور پر ہوا خارج ہوگئی تو وضو کرے گا اور سلام پھیرے گا، اگر جان بوجھ کر ہوا خارج کر دی یا نماز کے منافی کوئی کام کر دیا تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔''

(القدوری : باب الجماعۃ ، ص : ۲۰، الھدایۃ : باب الحدث فی الصلوٰۃ ، ۳۱/۱)

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی کہتے ہیں:

''جمہور کے نزدیک نماز سے خروج فقط السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے حاصل ہوتا ہے اور امام (ابوحنیفہ) صاحب کے نزدیک اگر کوئی شخص تشہدِ اخیر کے بعد قصداً حدث (جان بوجھ کر ہوا خارج) کر دے یا اور کوئی فعلِ منافی الصلوٰۃ کر دے تو بھی نماز سے خارج ہو جائے گا۔'' (تقریرِ ترمذی از تھانوی : ٦۲)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

مقلدین یہ کہتے ہیں کہ اگر تشہد کے بعد سہواً ہوا خارج ہو جائے تو وضو کرے گا، پھر اس پر بنیاد ڈال کر مکمل کرے گا، یعنی سلام کے ساتھ نماز سے خارج ہوگا، لیکن اگر جان بوجھ کر تشہد کے بعد ہوا خارج کر دی تو سلام کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، نماز مکمل ہے۔

قارئین! انصاف شرط ہے، یہ حدیث کا اتباع ہے یا اس کی مخالفت؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ فرق شریعتِ مطہرہ کی کسی دلیل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے سلام کے علاوہ نماز سے خارج ہونا قطعاً ثابت نہیں، یہ نماز جو دینِ اسلام کا بنیادی رکن ہے، اس کے ساتھ سنگین مذاق ہے، یہ جرم ہے، بلکہ جرمِ عظیم ہے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اذا فسا أحدكم في الصّلوٰة فلينصرف فليتوضّأ وليعد الصّلوٰة .

''تم میں سے کوئی جب نماز میں پھسکی لگائے تو وہ لوٹ کر وضو کرے اور اپنی نماز لوٹائے۔''

(سنن ابی داؤد : ۲۰۵، ۱۰۰۵، سنن ترمذی : ۱۰٦٤۔۱۰٦٦، سنن دارمی : ۲٦۰/۱، وسندهٗ حسن)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن'' اور امام ابنِ حبان (۲۲۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کے راوی مسلم بن سلام الحنفی کو امام ابن حبان، امام ابنِ شاہین نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے، امام ترمذی نے اس کی حدیث کی تحسین کر کے اسے ''ثقہ'' قرار دیا ہے، ایسے راوی کی حدیث ''حسن'' درجہ سے کم نہیں ہوتی۔

یہ حدیث واضح پتا دیتی ہے کہ جو شخص نماز میں بے وضو ہو جائے، وہ نماز دہرائے گا، نہ کہ وضو کر کے پڑھی ہوئی نماز پر بنیاد ڈالے گا، محدثین کرام اس حدیث سے یہی مسئلہ ثابت کرتے ہیں۔

اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ مقلدین کے دلائل کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں:

دلیل نمبر ۱:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا أحدث ، يعني الرّجل ، وقد جلس في آخر صلوته قبل أن يسلّم فقد جازت صلوتهٗ .

''جب آدمی آخری تشہد میں بیٹھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز ہو گئی۔''

(سنن ابی داؤد : ٦۱۷، سنن ترمذی : ٤۰۸، واللفظ لهٗ ، سنن دارقطنی : ۳۷۹/۱، السنن الکبریٰ للبیهقی : ۱۷٦/۲، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۲۷٤/۱)

تبصرہ : یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اس حدیث کے بارے میں:

۱☆ حافظ نووی (۶۳۱۔۶۷۶) لکھتے ہیں:

ضعیف بالاتّفاق وضُعْفُهٗ مشهورٌ فی کتبهم .

''یہ حدیث حفاظ (محدثین) کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے، ان (محدثین) کی کتابوں میں اس کا ضعیف ہونا مشہور ہے۔'' (المجموع : ۴۲۵/۳)

۲☆ حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں: **فقد ضعّفه الحفّاظ .**

''یقیناً حفاظ (محدثین) نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔'' (فتح الباری : ۳۲۳/۲)

۳☆ امام ترمذی فرماتے ہیں: **هٰذا الحدیث اسناده لیس بذاک القویّ .**

''اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔'' (جامع ترمذی تحت حدیث : ۴۰۸)

۴☆ امام بیہقی لکھتے ہیں: **لا یصحّ .** ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔''

۵☆ امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں: **هٰذا الحدیث لا یصحّ لضعف اسناده واختلافهم فی لفظه .**

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے اور راوی اس کے الفاظ بیان کرنے میں مختلف ہیں۔''

(التمهید لابن عبد البر : ۲۱۴/۱۰)

۶☆ حافظ خطابی فرماتے ہیں: **هٰذا الحدیث ضعیف وقد تکلّم النّاس فی بعض نَقَلَتِهٖ وقد عارضته الأحادیث الّتی فیها ایجاب التّشهد والتّسلیم .**

''یہ حدیث ضعیف ہے، لوگوں نے اس کے بعض راویوں پر کلام کی ہے، پھر وہ احادیث بھی اس کے معارض ومخالف ہیں، جو تشہد اور سلام کے وجوب پر دلالت کناں ہیں۔'' (معالم السنن : ۱۴۰/۱)

اس کا مرکزی راوی عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔ اس کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن سعید القطان، امام یحییٰ بن معین، امام ابوزرعہ الرازی، امام نسائی، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام بخاری (الضعفاء : ص ۷۰)، امام یعقوب بن شیبہ، امام دارقطنی، امام ساجی، امام ابن حبان، امام ابن عدی، امام جوزجانی، امام البزار، امام ابن خزیمہ، امام ابواحمد الحاکم، امام ابن القطان الفاسی (الوهم والایهام : ۱۴۹/۲)، حافظ ذہبی (تلخص المستدرك : ۳۱۹/۴) وغیرہم نے ''مجروح'' اور ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اس کے بارے میں حافظ نووی فرماتے ہیں: **ضعیف بالاتّفاق.** ''یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(خلاصة الاحکام : ۴۴۹/۱، المجموع : ۴۰۷/۳)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حافظ عراقی (۷۲۵۔۸۰۶) فرماتے ہیں: ضعّفه الجمهور . ''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار)

حافظ ہیثمی (م ۸۰۷) فرماتے ہیں: والجمهور علیٰ تضعیفه . ''جمہور اس کو ضعیف کہتے ہیں۔''

(مجمع الزوائد : ۲۵۰/۱۰)

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں: ضعیف فی حفظه . (تقریب التهذیب : ۳۸۶۲)

تنبیه ۱ :

جناب محمد تقی عثمانی حیاتی دیوبندی کہتے ہیں:

''(اس) حدیثِ باب کو امام ترمذی نے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن درحقیقت وہ ایک مختلف فیہ (حسن الحدیث۔غ،م) راوی ہیں، جہاں بعض حضرات نے ان کی تضعیف کی ہے، وہیں بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے، لہٰذا یہ حدیث کم از کم ''حسن'' ضرور ہے۔''

(درسِ ترمذی از تقی: ۱۸۴/۲)

ایک دوسرے مقام پر اسی راوی کے بارے میں تقی صاحب کہتے ہیں:

''رشدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی واضح طور پر ضعیف ہیں۔''

(درسِ ترمذی از تقی : ۱ / ۲۶۰)

انصاف کو تقی عثمانی صاحب سے شکایت ہے کہ وہ اس کا ساتھ نہیں دیتے، ایک ہی راوی اپنے مطلب کی بیان کرے تو وہ مختلف فیہ (حسن الحدیث) اور اس کی حدیث حسن ہوتی ہے، وہی اپنے مطلب کے خلاف بیان کرے تو ''واضح طور پر ضعیف'' ہو جاتا ہے۔

تنبیه ۲ :

جناب محمد یوسف بنوری دیوبندی نے نصب الرایہ (۶۳/۲) کے حوالے سے لکھا ہے کہ جعفر بن عون نے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کی متابعت کی ہے۔

(معارف السنن از بنوری : ۳۴/۴، نیز دیکھیں احقاق الحق از کوثری : ۳۴)

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت امام زیلعی حنفی کا وہم ہے، اگرچہ امام عینی حنفی نے بھی زیلعی کی تقلید کی ہے۔

(دیکھیں شرح سنن ابی داؤد از عینی حنفی : ۱۳۹/۳، ح : ۵۹۸)

جعفر بن عون کہتے ہیں: ''حدّثنی عبدالرّحمٰن بن رافع وبکر بن سوادة'' جعفر بن عون ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور عبدالرحمٰن بن رافع ۱۳۳ ہجری میں فوت ہوئے، بکر بن سوادہ ۱۲۸ ہجری میں اندلس

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

میں فوت ہوئے، اب بتائیں کہ جعفر بن عون ''حدثنی'' کیسے کہہ سکتے ہیں، اس پر سہاگہ یہ کہ ان دونوں کو جعفر بن عون کے استاذوں میں ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ محدثین نے ان کو عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے، جو زیلعی کی سند سے ساقط ہے۔

محدثین نے اس حدیث کو زوائد اسحاق بن راہویہ میں بھی ذکر نہیں کیا، ثابت ہوا کہ مسند اسحاق بن راہویہ کی سند سے عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی گر گیا ہے اور اس روایت کا دارومدار اسی پر ہے، جو کہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ عبدالرحمٰن بن زیاد کی متابعت جعفر بن عون نے کی ہے، سراسر جہالت اور دھوکا دہی ہے، جو بے تکی اور اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں خود بخود ہوا خارج ہونے اور جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے کا فرق بالکل موجود نہیں ہے، جو کہ احناف کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان اذا فرغ من التّشھّد أقبل علینا بوجھہ وقال : من أحدث حدثا بعد ما یفرغ من التّشھّد فقد تمّت صلوتہٗ .

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے، جو شخص تشہد سے فارغ ہونے کے بعد بے وضو ہو گیا، اس کی نماز مکمل ہو گئی۔'' (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم : ۱۱۱/۵)

تبصرہ :

☆ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، اس کے راوی صالح بن احمد بن مقاتل کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: **کذّاب دجّال ، یحدّث بما لم یسمعہ .**

''یہ پرلے درجے کا جھوٹا اور دجال ہے، یہ ان سنی روایات بیان کرتا تھا۔''

(لسان المیزان لابن حجر : ۱۶۵/۳، وفی نسخۃ ۵۲۶/۳)

نیز فرماتے ہیں کہ یہ ''متروک'' راوی ہے۔ (سوالات الحاکم : ۱۱۳)

امام ابن عدی فرماتے ہیں: **یسرق الحدیث ویلزق الأحادیث .**

''یہ حدیث چوری کرتا تھا اور مختلف احادیث کو آپس میں ملا دیتا تھا۔'' (الکامل لابن عدی : ۷۳/۴)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

امام برقانی فرماتے ہیں کہ یہ ''ذاہب الحدیث'' ہے۔(لسان المیزان : ۱۶۵/۳)

۲☆ اس روایت کے دوسرے راوی یحییٰ بن مخلد المفتی کی ''توثیق'' مطلوب ہے۔

۳☆ اس میں خود بخود وضو ٹوٹ جانے اور جان بوجھ کر وضو توڑنے کا فرق موجود نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۳:

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں:

انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان اذا قضی التّشھّد فی الصّلوٰۃ أقبل علی النّاس بوجھہ قبل أن ینزل التّسلیم .

''سلام کے نازل ہونے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد مکمل کرتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے۔'' (حلیۃ الاولیاء : ۱۱۷/۵، السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱۷۵/۲)

تبصرہ :

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، عطاء بن ابی رباح تابعی ہیں جو براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں۔ اس کی ایک سند ''معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (۳۸۸۲۔۳۸۸۳)'' میں ہے، وہ بھی اسی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

اس میں خود بخود ٹوٹنے یا جان بوجھ کر وضو توڑنے کا ذکر نہیں، نیز یہ احادیثِ صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

دلیل نمبر ٤:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اذا جلس مقدار التّشھّد ثمّ أحدث فقد تمّت صلوٰتہٗ .

''جب وہ (نمازی) تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر بے وضو ہو گیا تو تحقیق اس کی نماز پوری ہوگئی۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱۷۳/۲)

تبصرہ :

۱☆ اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس میں الحکم بن عتیبہ راوی ''مدلس'' ہے، امام عینی حنفی نے اس کو ''مدلس'' کہا ہے (عمدۃ القاری از عینی : ۲۴۸/۲۱)

یہ ''عن'' سے بیان کر رہا ہے، یہ مسلّم قاعدہ ہے کہ ''ثقہ مدلس'' جب بخاری و مسلم کے علاوہ ''عن'' یا ''قال'' کے ساتھ روایت کرے تو یہ روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

۲☆ اس میں جان بوجھ کر ہوا خارج کر دینے یا خود بخود ہو جانے کا فرق موجود نہیں۔

۳☆ یہ صحیح مرفوع احادیثِ مبارکہ کے بھی خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۵:

قال الامام ابن أبی شیبة حدّثنا أبومعاویة عن حجّاج عن أبی اسحاق عن الحارث عن علیّ ، قال : اذا جلس الامام فی الرّابعة ، ثمّ أحدث ، فقد تمّت صلوته ، فلیقم حیث شاء .

''جب امام چوتھی رکعت میں بیٹھ جائے ، پھر بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی ، جیسے چاہے، اٹھ جائے۔'' (مصنف ابن ابی شیبة : ۴۸۸/۲)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔

۱☆ اس کی سند میں ابومعاویہ الضریر ''مدلس'' ہیں، جو ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں۔

۲☆ اس میں حجاج بن ارطاۃ ''ضعیف، مدلس'' ہے، اس کے بارے میں حافظ نووی لکھتے ہیں:

الحجّاج بن أرطاة اتّفقوا علیٰ أنّه مدلّس ، وضعّفه الجمهور ، فلم یحتجّوا به .

''حجاج بن ارطاۃ راوی بالاتفاق مدلس ہے، جمہور نے اسے ضعیف قرار دے کر اس سے حجت نہیں لی۔''

(تهذیب الاسماء واللغات للنووی : ۱۵۲/۱)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ جمہور کے نزدیک ''غیر محتج بہ'' (ناقابلِ احتجاج) ہے۔

(میزان الاعتدال : ۲۹۶/۴)

حافظ ابن العراقی کہتے ہیں: **ضعّفه الجمهور .** ''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(طرح التثریب لابن العراقی : فی استحباب الصلوٰة)

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں: **فانّ الأکثر علیٰ تضعیفه والاتّفاق علیٰ أنّه مدلّس .**

''اکثر محدثین اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، یہ بالاتفاق مدلس ہے۔'' (التلخیص الحبیر : ۲۲۶/۲)

۳☆ اس کی سند میں ابواسحاق السبیعی ''مدلس ومختلط'' ہے۔

۴☆ اس کی سند میں الحارث بن عبداللہ الاعور ''ضعیف ومدلس'' ہے۔

حافظ نووی لکھتے ہیں: **والحارث ضعیف باتّفاقهم .** (خلاصة الاحکام : ۴۱۷/۱)

نیز لکھتے ہیں: **وقد اتّفقوا علیٰ أنّ الحارث کذّاب .** (ایضاً : ۵۰۵/۱)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: **والجمهور علیٰ توهین أمره .** (میزان الاعتدال : ۴۳۷/۱)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: وضعّفه الجمهور وقد وُثِّقَ .

''جمہور نے اس کو ضعیف کہا ہے، نیز اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔'' (مجمع الزوائد : ۱۵۰/۹)

نیز لکھتے ہیں: والحارث ضعيف .(مجمع الزوائد : ۳۰۲/۱)

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں: والحارث ضعيف جدّاً. ''حارث بن عبداللہ الاعور سخت ضعیف ہے۔''
(النكت على كتاب ابن الصلاح : ۳۴۰/۱)

۵☆ اس میں خود بخود ہوا خارج ہونے یا جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے کا فرق مذکور نہیں، نیز یہ احادیثِ صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

دلیل نمبر ٦ :

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشہد کے بارے میں حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

اذا قلت هٰذا أو قضيت هٰذا ، فقد قضيت صلوتک ، ان شئت أن تقوم فقم ، وان شئت أن تقعد فاقعد .

''جب تو یہ تشہد پڑھ لے تو تیری نماز پوری ہے، چاہے تو کھڑا ہو جا، چاہے بیٹھا رہ۔
(سنن ابی داوٗد : ۹۷۰، وسندہٗ صحیح)

تبصرہ :

(ا) یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں، بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔

حافظ نووی لکھتے ہیں:

اتّفق الحفّاظ علىٰ أنّها مدرجة ليست من كلام النّبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم وانّما هي من كلام ابن مسعود .

''حفاظِ (حدیث) کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ زیادت مدرج ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام نہیں، بلکہ ابنِ مسعود کی کلام ہے۔'' (خلاصة الاحكام : ۴۴۹/۱)

سنن کبریٰ بیہقی (۴۷۱/۲) اور دارقطنی (۳۵۳/۱) میں باسندِ صحیح ثابت ہے کہ یہ عبداللہ بن مسعود کے الفاظ ہیں، راوی ''قال عبداللہ'' کے الفاظ بیان کر رہا ہے۔

امام دارقطنی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: وشبابة ثقة وقد فصّل آخر الحديث جعله من قول ابن مسعود وهو اصحّ من رواية من أدرج آخره فى كلام النّبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم .

Islamic Research Centre Rawalpindi

''شابہ (بن سوار) ثقہ راوی ہے، اس نے حدیث کے آخری حصے کو علیحدہ بیان کیا ہے، اس کو ابنِ مسعود کا قول باور کروایا ہے، جنہوں نے ان الفاظ کو مدرج بیان کیا ہے، ان میں سے صحیح ترین روایت یہی ہے۔''

(ب) اس قول میں جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے یا سہواً ہوا کے خارج ہونے کا فرق مذکور نہیں۔

(ج) یہ الفاظ خود ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع روایت کے خلاف ہیں، ابو معمر کہتے ہیں:

انّ أميراً كان بمكّة يسلّم تسليمتين ، فقال عبدالله : أنّى عَلِقَها ، انّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم كان يفعله .

''امیرِ مکہ نماز میں دو سلام پھیرتا تھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، اس نے سنت کہاں سے حاصل کر لی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔'' (صحيح مسلم : ١/٢١٦، ح : ٥٨١)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اذا قلتَ هٰذا أو قضيت هٰذا کے الفاظ سے رجوع کر لیا تھا، کیونکہ نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنا سنتِ رسول قرار دے رہے ہیں۔

(د) یہ الفاظ سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے فتوٰی کے بھی خلاف ہیں، آپ فرماتے ہیں:

مفتاح الصّلوٰة الطّهور واحرامها التّكبير وانقضائها التّسليم .

''وضو نماز کی چابی ہے، نماز صرف اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور صرف سلام پھیرنے سے پوری ہوتی ہے۔'' (السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢/١٦، ١٧٣-١٧٤ وصححهٗ ، وسندهٗ صحيح)

ثابت ہوا کہ اذا قلت هٰذا أو قضيت هٰذا کے الفاظ سے سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے رجوع فرما لیا تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

کھانے کے بعد کی دعا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کھانا کھایا اور یہ دعا پڑھی، اس کے اگلے اور پچھلے سب (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنِىْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّىْ وَلَا قُوَّةٍ .

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے میری طاقت و قدرت کے بغیر مجھے یہ کھلایا اور یہ روزی عطا کی۔'' (مسند الامام احمد : ٣/٣٨٩، سنن ابی داؤد : ٤٠٢٣، سنن ترمذی : ٣٤٥٨، شعب الايمان للبيهقي : ٦٢٨٥)

اس کی سند ''حسن'' ہے۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

سجدۂ سہو کے طریقے

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سجدۂ سہو (نماز میں بھول چوک کے سجدے) کے تین طریقے ثابت ہیں:

پہلا طریقہ :

نمازی نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے، پھر نماز کا سلام پھیر دے۔

۱☆ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر میں (بھول کر) درمیانی تشہد پڑھے بغیر کھڑے ہو گئے، جب نماز پوری کر لی تو:

سجد سجدتين يكبّر في كلّ سجدة وهو جالس قبل أن يّسلّم وسجدهما النّاس معه مكان ما نسي من الجلوس .

''(اس بھولے ہوئے تشہد کے بدلے میں) آپ نے بیٹھے بیٹھے سلام سے پہلے دو سجدے کر لیے، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔'' (صحيح بخاري : ١٦٤/١، ح : ١٢٣٠، صحيح مسلم : ٢١١/١، ح : ٥٨٠)

۲☆ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعتیں ادا کی ہیں یا چار تو اسے چاہیے کہ شک ختم کرے، یقین پر بنیاد ڈالے **ثمّ يسجد سجدتين قبل أن يسلّم .** (پھر سلام سے پہلے دو سجدے کر لے)، اگر اس نے (بھول کر) پانچ رکعتیں پڑھ لیں، وہ (ان دو سجدوں کی وجہ سے) اس کی نماز کو جفت کر دیں گی، اگر چار پوری کرنے کے لیے (ایک رکعت) پڑھی ہے، وہ دونوں (سجدے) شیطان کی تذلیل کے لیے ہیں۔

(صحيح مسلم : ٢١١/١، ح : ٥٧١)

امام مکحول شامی تابعی اور امامِ اہلِ سنت زہری فرماتے ہیں:

سجدتان قبل أن يسلّم . ''سلام سے پہلے دو سجدے ہیں۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ : ٣٠/٢ ، وسندهٗ حسن)

دوسرا طریقہ :

☆ سلام کے بعد دو سجدے کرے، پھر سلام پھیرے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، ابراہیم (راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (بھول کر نماز میں) کمی کی یا زیادتی کی، جب آپ نے سلام پھیرا تو عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! کیا نماز

Islamic Research Centre Rawalpindi

کے بارے میں کوئی نیا حکم آ گیا ہے، آپ نے فرمایا، وہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، آپ نے ایسے ایسے نماز ادا فرمائی ہے، اس پر آپ نے اپنے پاؤں مبارک کو دوہرا کیا، قبلہ کی طرف رخِ انور فرمایا، **وسجد سجدتين، ثمّ سلّم .** ''اور دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا'' جب ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا، اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا تو میں تمہیں آگاہ کرتا، لیکن میں بشر ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو، اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں، جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کروا دیا کرو، جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک پڑ جائے تو درستی کے لیے سوچ بچار کرے اور اسی پر اپنی نماز پوری کر لے، **ثمّ يسلّم ، ثمّ يسجد سجدتين.** ''پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے۔'' (صحيح بخاری : ۵۸/۱، ح : ۶۰۱)

☆☆ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی، تین رکعات کے بعد سلام پھیر دیا، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے، خرباق نامی آدمی کھڑا ہوا، جس کے ہاتھ قدرے لمبے تھے، اس نے کہا، اے اللہ کے پیغمبر! اس نے آپ کا یہ فعل مبارک ذکر کیا، آپ غصے میں چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور فرمایا، کیا یہ سچ کہتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں! اس پر آپ نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، **ثمّ سجد سجدتين ، ثمّ سلّم .** ''پھر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔''

(صحيح مسلم : ۲۱۴/۱، ح : ۵۷۴)

☆☆☆ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سجدۂ سہو کے بارے میں فرمایا:

يسلّم ، ثمّ يسجد ، ثمّ يسلّم . ''سلام پھیرے، پھر سجدہ کرے، پھر سلام پھیرے۔''

(شرح معانی الآثار للطحاوی : ۴۴۲/۱، وسندهٗ حسن)

تیسرا طریقہ :

نماز مکمل کرے، سلام کے بعد دو سجدے کرے، پھر تشہد پڑھے، پھر سلام پھیرے، جیسا کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انّ النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم صلّى بهم ، فسها ، فسجد سجدتين ، ثمّ تشهّد ، ثمّ سلّم .

''نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی، آپ بھول گئے، (سلام پھیرنے کے بعد) دو سجدے کیے، پھر تشہد بیٹھے، پھر سلام پھیرا۔'' (سنن ابی داؤد : ۱۰۳۹، سنن ترمذی : ۳۹۵، وسندهٗ صحيح)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن غریب صحیح'' امام ابنِ خزیمہ (۱۰۶۲) نے ''صحیح'' اور امام ابنِ حبان (۲۶۷۰، ۲۶۷۲)، امام حاکم (۳۲۳/۱) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کی ہے۔

ثمّ تشهّد کے الفاظ محمد بن سیرین کے شاگردوں میں سے صرف اشعث بن عبدالملک الحرانی نے بیان کئے ہیں اور وہ ''ثقہ'' ہے، لہٰذا یہ زیادت محفوظ ہے، باقی رہا ابنِ سیرین کا یہ کہنا کہ لم أسمع فی التّشهّد وأحبّ الیّ أن یتشهّد . ''میں نے تشہد کے بارے میں (کچھ) نہیں سنا، تشہد بیٹھنا ہی مجھے محبوب ہے۔'' (سنن ابی داؤد : ۱۰۱۰) تو یہ اس روایت کے لیے موجبِ ضعف نہیں، یہ ''نَسِیَ بعد ما حدّث'' کی قبیل سے ہے، لہٰذا امام ابن المنذر (الاوسط : ۳/ ۳۱۷)، امام بیہقی (۲/ ۳۵۵)، امام ابن عبدالبر (التمهید : ۱۰/ ۲۰۹) وغیرہ کا ثم تشهد کے الفاظ کو خطاء اور غیر ثابت کہنا صحیح نہیں۔

فائدہ نمبر ۱ : حدیث ابنِ مسعود (مسند الامام احمد : ۱/ ۴۲۸۔۴۲۹، سنن ابی داؤد: ۱۰۲۸، السنن الکبریٰ للنسائی : ۶۰۵، السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲/ ۳۵۵۔۳۵۶) مرسل ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، ابوعبیدہ کا اپنے باپ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں: والرّاجح أنّه لا یصحّ سماعه من أبیه ''راجح یہ ہے کہ اس (ابوعبیدہ) کا اپنے والد سے سماع صحیح ثابت نہیں۔'' (التقریب : ۸۲۳۱)

نیز فرماتے ہیں: فانّه عند الأکثر لم یسمع من أبیه .

''اکثر (محدثین) کے نزدیک ابوعبیدہ کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔'' (موافقة الخبر الخبر لابن حجر : ۱/ ۳۶۴)

امام ابن المنذر فرماتے ہیں: الخبر غیر ثابت . ''یہ روایت ثابت نہیں ہے۔'' (الاوسط : ۳/ ۳۱۷)

امام بیہقی فرماتے ہیں: وهذا غیر قویّ ومختلف فی رفعه ومتنه .(السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲/ ۳۵۶)

فائدہ نمبر ۲ : حدیث مغیرۃ بن شعبہ (السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲/ ۳۵۵) کی سند ''ضعیف'' ہے، اس میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیئ الحفظ'' ہے، اس کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں: سیّئ الحفظ ، لا یحتجّ به عند أکثرهم .(تحفة الطالب لابن کثیر : ۳۴۵)

حافظ بیہقی لکھتے ہیں: وهٰذا ینفرد به ابن أبی لیلیٰ هٰذا ، ولا حجّة فیما ینفرد به لسوء حفظه وکثرة خطئه فی الرّوایات .(معرفة السنن والآثار للبیهقی : ۳/ ۲۸۲)

امام ابنِ سیرین (سنن ابی داؤد : ۱۰۱۰، وسندہٗ صحیح)، امام شافعی (الام : ۱/ ۱۳۰)، امام احمد بن حنبل (مسائل احمد لابی داؤد : ۵۳)، امام ابراہیم نخعی (مصنف ابن ابی شیبه : ۱/ ۳۱، وسندہٗ صحیح)، حکم بن عتیبہ اور امام حماد بن ابی سلیمان (مصنف ابن ابی شیبه : ۱/ ۳۱، وسندہٗ صحیح) اس طریقہ کو جائز اور درست سمجھتے تھے

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

دودھ پینے والے بچے کے پیشاب پر چھینٹے کافی ہیں!

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

معزز قارئین! اسلام ایک عالمگیر اور دائمی مذہب ہے، اس میں لوگوں کی ضروریات و حاجات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، چونکہ اسلام خالص خالقِ کائنات کی طرف سے نازل شدہ دین ہے اور خالق اپنی مخلوق کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے، اس لیے اس نے لوگوں کو ایسا ضابطہ حیات دیا، جس میں زیادہ سے زیادہ سہولت ہو، اسی سلسلے کی ایک کڑی دودھ پیتے بچے کے پیشاب پر صرف چھینٹے مارنے سے طہارت حاصل ہونے کی نبوی رخصت ہے، لیکن بعض الناس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس رخصت سے مسلمانوں کو محروم کرنے کی ٹھان رکھی ہے، وہ اس بارے میں وارد صحیح وصریح احادیث کا ردّ کرتے ہوئے بچے کے پیشاب کو بھی دھونے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ایک ضعیف حدیث بھی نہیں ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بچے کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔

دیگر بہت سے مسائل کی طرح وہ اس مسئلہ میں بھی دلائل سے تہی دست ہو کر صرف احادیثِ صحیحہ کی من مانی تاویلات کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

آیئے اس سلسلے میں حدیثی دلائل اور ان پر احناف کی طرف سے برسائے گئے تاویلی تیروں کی وقعت ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ۱:

عن أبی السّمح قال : کنت خادم النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فجئی بالحسن أو الحسین ، فبال علیٰ صدرہ ، فأرادوا أن یغسلوہ ، فقال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : رشّہ ، فانّہ یغسل بول الجاریۃ ، و یرشّ من بول الغلام .

''سیدنا ابوالسمح فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا، ایک دفعہ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما آپ کے پاس لائے گئے، انہوں نے آپ کے سینہ مبارک پر پیشاب کر دیا، صحابہ کرام نے چاہا کہ اسے دھو دیں، لیکن آپ نے فرمایا: اس پر چھینٹے مارو، کیونکہ بچی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔(سنن ابی داؤد : ۳۷۶ ، سنن نسائی : ۳۰۵ ، سنن ابن ماجہ : ۵۲۶ ، واللفظ لہٗ ، وسندہٗ حسن)

Islamic Research Centre Rawalpindi

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۲۸۳) اور امام حاکم (۱۶۶/۱) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، نیز حافظ ابنِ حجر نے اس کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ (تخریج احادیث المختصر : ۴۰۱/۲۔۴۰۲)

امام بخاری فرماتے ہیں: حدیث حسنٌ. ''یہ حدیث حسن ہے۔'' (التلخیص الحبیر لابن حجر : ۳۸/۱)

دلیل نمبر ۲:

وعن لبابة بنت الحارث قالت : كان الحسن بن علیّ رضی اللّٰه عنه فی حجر رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فبال علیه ، فقلت :البس ثوبا وأعطنی ازارک حتّٰی أغسله ، قال :انّما یغسل من بول الأنثٰی وینضح من بول الذّکر.

''سیدہ لبابہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے کہ پیشاب کر دیا، میں نے آپ سے عرض کی کہ آپ دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہبند مبارک مجھے دیں تا کہ اسے دھو دوں، آپ نے فرمایا: بلاشبہ بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے۔ (سنن ابی داؤد : ۳۷۵ ، سنن ابن ماجه : ۵۲۲ ، وسندهٗ حسن ان کان قابوس بن المخارق سمع من ام الفضل لبابة بنت الحارث ، واخرجه احمد : ۳۳۹/۶۔۳۴۰ ، وسندهٗ صحیح متصل)

اس حدیث کو بھی امام ابن خزیمہ (۲۸۲) اور امام حاکم (۱۶۶/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

دلیل نمبر ۳:

و عن عائشة : انّ النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یؤتٰی بالصّبیان ، فیبرّک علیهم و یحنّکهم، فأتی بصبیّ فبال علیه ، و دعا بماء فاتبعه بوله ولم یغسله .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے، آپ ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے اور ان کو گھٹی دیتے، ایک بچہ آپ کے پاس لایا گیا، آپ پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگوا کر پیشاب پر ڈالا، لیکن اسے دھویا نہیں۔''

(صحیح البخاری : ۲۲۲ ، صحیح مسلم : ۲۸۶ ، ۱۰۱ ، واللفظ له)

دلیل نمبر ۴:

وعن أمّ قیس بنت محصن : انّها أتت النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم بابن لها لم یبلغ أن یأکل الطّعام فبال فی حجر رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فدعا بماء ، فنضحه علیٰ بوله ، ولم یغسله

Islamic Research Centre Rawalpindi

غسلاً .

''سیدہ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں، وہ ابھی کھانا کھانے کی عمر کو نہ پہنچا تھا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگوایا، اور پیشاب پر چھینٹے مار دیئے اور اسے بالکل نہیں دھویا۔

(صحیح بخاری : ۲۲۳ ، صحیح مسلم : ۲۸۷ ، ۱۰٤ ، واللفظ له)

فہم محدثین کی روشنی میں

۱☆ امام بخاری کی تبویب یہ ہے:

باب ما جاء فی بول الصّبیان . یعنی بچوں کے پیشاب کا بیان۔

☆ شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

غرضه أن التّطهير من بول الصّبيان تحصل باتّباع الماء ونضحه ولا حاجة الى الغَسل .

''اس تبویب سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ دودھ پینے والے بچوں کے پیشاب سے طہارت پانی کے چھینٹے مارنے سے حاصل ہو جاتی ہے، دھونے کی ضرورت نہیں۔'' (شرح تراجم ابواب صحیح البخاری از شاہ ولی اللہ)

۲☆ امام ترمذی (م ۲۷۹) اس حدیث پر یوں تبویب فرماتے ہیں:

باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل أن يطعم .

''کھانا کھانے سے پہلے کی عمر والے بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنے کا بیان۔

اور یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

وهو قول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم والتّابعين ومن بعدهم ، مثل أحمد واسحاق ، قالوا : ينضح بول الغلام ، ويغسل بول الجارية ،وهٰذا مالم يطعما، فاذا طعما غُسِلا جميعا .

''یہی مذہب بہت سے اہلِ علم صحابہ کرام، تابعینِ عظام اور بعد والوں کا ہے، مثلاً امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ، ان کا کہنا ہے کہ بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے گا اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ یہ فرق اس وقت تک ہوگا جب تک وہ کھانا کھانے نہ لگیں، جب وہ کھانا شروع کر دیں، تو دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہوگا۔'' (جامع ترمذی تحت حدیث : ۷۱)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

۳☆ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے۔ (جامع ترمذی ، تحت حدیث : ۷۱)

۴☆ امام ابن خزیمہ (۲۲۳ ۔ ۳۱۱) کی تبویب یہ ہے: باب نضح بول الغلا م ورشّه قبل أن يطعم .

''کھانا شروع کرنے سے پہلے بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنے اور چھینٹے مارنے کا بیان۔''

(صحيح ابن خزيمه : ۱۴۴/۱)

۵☆ امام ابن حبان (م ۳۵۴) فرماتے ہیں:

ذكر الاباحة للمرء ترك غسل الثّوب الّذى أصابه بول الصّبىّ المرضع الذى لم يطعم بعد .

''جس شیرخوار بچے نے ابھی کھانا نہ کھایا ہو، اس کے پیشاب میں ملوث کپڑے کے نہ دھونے کے جواز کا بیان۔''

نیز فرماتے ہیں: ذكر الاكتفاء بالرّشّ على الثّياب الّتى أصابها بول الذّكر الّذى لم يطعم بعد .

''جس بچے نے ابھی تک کھانا نہ کھایا ہو، اس کے پیشاب زدہ کپڑوں پر پانی کے چھینٹے کافی ہونے کا بیان۔'' (صحيح ابن حبان : ۲۰۸/۴ ، ۲۱۰)

۶☆ امام ابن المنذر (۳۶۸-۴۶۳) فرماتے ہیں:

يجب رشّ بول الغلام بحديث أمّ قيس ، و غسل بول الجاريه .

''ام قیس کی حدیث کی بناء پر بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارنا واجب ہے اور دوسری احادیث سے بچی کے پیشاب کو دھونا ثابت ہوتا ہے۔'' (الاوسط لابن المنذر : ۱۴۴/۲)

۷☆ اس حدیث کے راوی امام اہل سنت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فمضت السّنّة بأن لا يغسل من بول الصّبىّ حتّٰى يأكل الطّعام فاذا أكل الطّعام غسل من بوله.

''مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ کھانا کھانے کی عمر سے پہلے بچے کا پیشاب نہ دھویا جائے، جب وہ کھانا کھانے لگ جائے، تو پھر اس کا پیشاب دھویا جائے گا۔'' (صحيح ابن حبان : ۲۱۱/۴)

احناف کے نزدیک بھی یہ اصول مسلم ہے کہ راوی اپنی روایت کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔

۸☆ امام بیہقی کی تبویب یہ ہے: ما روى فى الفرق بين بول الصّبىّ والصّبية .

''بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق کرنے والی روایات کا بیان۔'' (سنن الكبرى للبيهقى : ۴۱۴/۲)

۹☆ حافظ نووی (م ۶۳۱ ۔ ۶۷۶) شرح صحیح مسلم (۱۳۹/۱) میں لکھتے ہیں:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

و قداختلف العلماء فی کیفیّة طهارة بول الصّبیّ والجاریة علی ثلاثه مذاهب وهی ثلاثة أوجه ، لأصحابنا الصّحیح المشهور المختار أنّه یکفی النّضح فی بول الصّبیّ ولا یکفی فی بول الجاریة ، بل لا بدّ من غسله کسائر النّجاسات ، والثّانی : أنّه یکفی النضح فیهما ، والثّالث : لا یکفی النّضح فیها ، وهٰذان الوجهان حکاهما صاحب التّتمّة من أصحابنا وغیره وهما شاذّان ضعیفا ن .

''بچے اور بچی کے پیشاب سے طہارت حاصل کرنے کی کیفیت میں علماء تین مختلف مذہب رکھتے ہیں، اور یہ مذاہب تین طریقوں پر مشتمل ہیں، شوافع کے ہاں صحیح، مشہور اور مختار طریقہ یہی ہے کہ بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارنا کافی ہے، البتہ بچی کے پیشاب میں چھینٹے کافی نہیں، بلکہ دوسری نجاستوں کی طرح اسے بھی دھونا ضروری ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بچے اور بچی دونوں کے پیشاب پر چھینٹے مارنا کافی ہے، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب پر چھینٹے کافی نہیں، آخری دونوں طریقے ہمارے علماء میں سے صاحب تتمہ وغیرہ نے نقل کئے ہیں، یہ دونوں شاذ اور ضعیف ہیں۔''

۱۰☆ امام عبدالحق الاشبیلی (۵۱۰ - ۵۸۱) باب قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باب نضح بول الغلام الرّضیع .

''دودھ پینے والے بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارنے کا بیان۔'' (الاحکام الشرعیة الکبریٰ : ۳۸۵/۱)

تلك عشرة كاملة ۔ وللہ الحمد !

دلائل احناف

مذکورہ احادیث اور توضیحات محدثین کے خلاف اس بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ بچے اور بچی دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے، البتہ بچے کے پیشاب پر غسل خفیف ہوگا اور بچی کے پیشاب کو پورے مبالغے سے دھویا جائے گا، یہ بھی فقہ حنفی کا ایسا مسئلہ ہے جس پر کوئی ایسی صحیح وصریح حدیث ان کے پاس نہیں، جو بچے اور بچی کے پیشاب کی بابت بچے کے پیشاب کو دھونا واجب قرار دے، محض الفاظ کے ہیر پھیر، بعید قیاسات اور فاسد تاویلات سے کام لیا گیا ہے۔

تنبیه :

جناب سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی لکھتے ہیں:

Islamic Research Centre Rahimyar Khan

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''امام نووی شرح مسلم (۱۳۹/۱) میں، حافظ ابن حجر فتح الباری (۲۶۱/۱) میں اور علامہ عینی عمدۃ القاری (۷۸۹/۱) میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ لڑکے کے پیشاب پر جب تک اس نے طعام (کھانا) شروع نہ کیا ہو، غسل خفیف ہوگا، لڑکی کا پیشاب پورے مبالغے کے ساتھ دھویا جائے گا۔''

(حزائن السنن از صفدر : ۱۵۰/۱)

مذکورہ حوالہ تو کجا آپ پوری شرح مسلم از نووی پڑھ جائیں، یہ عبارت آپ کو کہیں نہیں ملے گی، جو صفدر صاحب نے حافظ نووی سے منسوب کی ہے، اس کے برعکس ''خفیف'' یا ''مبالغے'' کا فرق کے بغیر حافظ نووی لکھتے ہیں:

وممّن قال بوجوب غسلهما أبو حنيفة ومالك في المشهور عنهما وأهل الكوفة .

''جو لوگ بچے اور بچی دونوں کے پیشاب کو دھونا واجب قرار دیتے ہیں، ان میں مشہور قول کے مطابق امام ابوحنیفہ، اور امام مالک، نیز اہل کوفہ شامل ہیں۔'' (شرح مسلم از نووی : ۱۳۹/۱)

اسی طرح حافظ ابنِ حجر کی طرف بھی اس فرق والی عبارت کا انتساب غلط ہے، کیونکہ یہ عبارت قطعاً حافظ صاحب کی نہیں، بلکہ انہوں نے ابنِ دقیق العید سے یہ بات نقل کی ہے، حافظ ابن حجر تو بغیر فرق کے تیسرا مذہب یوں بیان کرتے ہیں:

والثّالث : هما سواء في وجوب الغسل وبه قال الحنفيّة والمالكيّة .

''تیسرا مذہب یہ ہے کہ بچہ اور بچی کے پیشاب دھونے کے وجوب میں برابر ہیں، یہی مذہب احناف اور مالکیوں کا ہے۔'' (فتح الباری : ۳۲۷/۱)

دیوبندی حضرات کو یاد رہے کہ ابنِ دقیق العید نے صرف یہ قول نقل ہی نہیں کیا، بلکہ اس کا خوب رد بھی کیا ہے، جس کا ذکر ہم آئندہ صفحات میں کریں گے۔

دلیل نمبر ۱ :

محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب اپنے دلائل میں لکھتے ہیں:

''بخاری (۳۵/۱) میں روایت ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر ایک لڑکے نے پیشاب کر دیا جس نے کھانا شروع نہیں کیا تھا، **فدعا بماء فأتبعه اياه** آپ نے پانی منگوا کر اس پر خوب بہایا۔'' (حزائن السنن : ۱۵۰/۱)

تبصرہ :

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

دیوبندی صاحب نے حدیث کے الفاظ کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔

(ا) أتبع الماء کا معنی ''خوب پانی بہانا'' کس لغت میں ہے؟ میرے سامنے ''القاموس الوحید'' ہے، جو کہ جناب وحید الزماں قاسمی کیرانوی استاذِ حدیث وادبِ عربی ومعاون مہتمم دار العلوم دیوبند کی تصنیف و تالیف ہے، اس میں بعینہٖ اسی لفظ أتبعه ایّاه کا ترجمہ یوں ہے ''پیچھے لگانا، پیچھے چلنا، لاحق کرنا''

اب تقلیدِ ناسدید نے دیوبندی صاحب کو مجبور کیا ہے کہ وہ اپنا مذہب ثابت کرنے کی خاطر غلط بیانی کرتے ہوئے ترجمہ میں ''خوب'' کے الفاظ زیادہ کر دیں۔

(ب) اگر صفدر صاحب بخاری میں ہی اسی حدیث کو دوسرے مقام پر بھی پڑھ لیتے، تو شاید اس سے بچے کے پیشاب کو دھونے کے واجب ہونے پر استدلال نہ کرتے، کیونکہ صحیح بخاری میں (۹٤۰/۲) پر اسی حدیث کے الفاظ ہیں: فدعا بماء فأتبعه الماء ولم يغسله .

''آپ نے پانی منگوا کر پیشاب کے پیچھے لگایا لیکن اسے دھویا نہیں۔'' (بخاری: ٦٣٥٥)

اب اہلِ دانش خود اندازہ لگائیں کہ دھونے کے بغیر پانی ڈالنے کی کیا صورت ہوگی؟

الأحاديث تفسّر بعضها بعضاً . کے تحت اس سے مراد چھینٹے اور چھڑکاؤ ہی ہوسکتا ہے۔

(ج) محدثین اپنی احادیث کا معنی ومفہوم بعض الناس سے بہتر جانتے ہیں، کیونکہ مثل مشہور ہے۔

صاحب البيت أدرىٰ بما فيه (گھر والا اپنے گھر کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔)

ہم محدثین کی ایک بڑی جماعت سے بچے کے پیشاب پر چھینٹے کافی ہونے کے اقوال وفتاوٰی جات نقل کر چکے ہیں، اب صرف امام ابن حبان کا فتوی ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے، فرماتے ہیں:

ذكر البيان بأنّ قول عائشة :فأتبعه الماء . أرادت به .رشّه عليه .

''اس بات کی وضاحت کا تذکرہ کہ سیدہ عائشہ کے فرمان فأتبعه الماء (آپ نے پیشاب پر پانی لاحق کیا) سے ان کی مراد رشّهٗ عليه (آپ نے پیشاب پر پانی کے چھینٹے مارے) ہے۔''

(صحيح ابن حبان : ٢٠٩/٤)

اب بتائیں کہ بات امام ابن حبان اور دیگر محدثین کی مانی جائے گی یا سرفراز خاں صفدر صاحب کی؟

بس ایک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

دلیل نمبر ۲:

Islamic Research Centre Rawalpindi

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب لکھتے ہیں:

''مسلم میں (۱۳۹/۱) روایت ہے کہ فدعا بماء فصبّهٗ علیه ۔ صحیح ابوعوانہ (۲۰۲/۱) میں روایت ہے کہ آپ پر ایک لڑکے نے پیشاب کر دیا۔ فدعا بماء فصبّه علی البول یتبعه ایّاه ۔ طحاوی (۴۷/۱) میں روایت ہے کہ آپ پر ایک لڑکے نے پیشاب کر دیا تو فرمایا پانی لاؤ فصبّوا علیه الماء صبّا ۔ اور اسی صفحے پر یہ روایت بھی ہے کہ آپ پر حضرت حسن یا حسین نے پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگوایا فصبّهٗ علیه، ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ صرف نضح اور رش پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ خوب پانی ڈالا گیا اور بہایا گیا اور یہی غسل خفیف ہے۔'' (خزائن السنن از صفدر: ۱۵۰/۱)

تبصرہ:

اس تمام عبارت میں موصوف نے لفظِ ''صبّ'' پر زور دے کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ بچے کے پیشاب کو دھویا جائے گا، ورنہ پاک نہ ہوگا، حالانکہ صحیح مسلم اور طحاوی وغیرہ کے جو الفاظ صفدر صاحب نے پیش کئے ہیں، وہ اسی حدیثِ عائشہ کے ہیں، جس میں وہ فرماتی ہیں کہ ولم یغسله (آپ نے اسے دھویا نہیں)، ایک ہی حدیث میں ''صبّ'' اور عدمِ غسل (نہ دھونے) کا مطلب وہی ہے جو ہم امام ابن حبان کی زبانی بیان کر چکے ہیں کہ رشّه علیه (چھینٹے مارے)، محدثین اور سلف صالحین کی یہی تحقیق ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں:

حافظ نووی لکھتے ہیں کہ حدیث عائشہ میں مختلف الفاظ آئے ہیں:

فدعا بماء فأتبعه بوله ولم یغسله وفی الرّوایة الأخری..فدعابماء فصبّهٗ علیه. (شرح مسلم: ۳۹/۱)

ان مختلف الفاظ کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے صحیح اور مختار مذہب یہی بیان کیا ہے کہ بچے کے پیشاب پر چھینٹے کافی ہیں اور اسے ہی جمہور صحابہ، تابعین، محدثین اور سلف صالحین کا مذہب قرار دیا ہے، پتا چلا کہ محدثین ''صبّ'' کو بھی ''رش'' اور ''نضح'' پر محمول کرتے ہیں، نہ کہ غسل پر، کلام عرب میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ الفاظ ایک دوسرے کے معانی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں، محدثین کرام احادیث کی لغت کو بھی بخوبی جانتے تھے، خصوصاً حافظ نووی کو تو امامِ لغت شمار کیا جاتا ہے، اور وہ اکثر لغوی تشریح کرتے بھی رہتے ہیں، لہٰذا شرح نووی لغت کی کتاب بھی ہے، اب محدثین وسلف صالحین کی بات مانی جائے گی یا مقلدین کی؟

دلیل نمبر ۳:

بخاری کی روایت کے الفاظ لم یغسله (آپ نے بچے کے پیشاب کو دھویا نہیں) مقلدین کے گلے کا

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

طوق ہیں، اس طوق سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش میں سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب لکھتے ہیں:

''مسلم (۱۳۹/۱) میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں ولم یغسله غسلاً تو نفی تاکید کی ہے، نفسِ غسل کی نہیں۔'' (خزائن السنن از صفدر: ۱۵۱/۱)، نیز دیکھیں اعلاء السنن از ظفر احمد تھانوی دیوبندی (۴۳۲/۱ - ۴۳۳)

تبصرہ:

(ا) صفدر صاحب نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے حدیث کے معنی کو اپنے مذہب کے موافق ڈھالنے کی کوشش کی ہے، لیکن بے سود، خود صفدر صاحب نے اقرار کیا ہے کہ لم یغسله کی تاکید دوسری حدیث میں آئی ہے اور ولم یغسله غسلاً ہو گیا، لہذا اگر حصارِ تقلید سے باہر آ کر غور کیا جائے، تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ اس جگہ یہ تاکید ''غسل'' (دھونے) کی نہیں، بلکہ عدمِ غسل (نہ دھونے) کی ہے، یعنی لم کی نفی یغسله پر وارد ہوئی ہے، نہ کہ غسلاً پر، کیونکہ خود باقرارِ صفدر صاحب یہ بات گزر چکی ہے کہ پہلے لم یغسله (عدمِ غسل) تھا، پھر اس کی تاکید مسلم میں غسلاً لائی گئی، جب یہ تاکید عدمِ غسل کی ہے، تو بجائے احناف کو سہارا دینے کے، مزید گلے کا کانٹا بن گئی ہے، اب معنی یہ ہوا کہ آپ نے چھینٹے مارے تھے، دھویا بالکل ہی نہیں تھا۔

(ب) صفدر صاحب نے لم یغسله غسلاً میں جو تاکید کی نفی مراد لی ہے، سوائے احناف کی ہٹ دھرمی کے اس پر کوئی دلیل نہیں، جبکہ ہم محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت یعنی دس، جو کہ کسی حدیث میں ہو تو اسے تواتر تک پہنچا دیتی ہے، سے اپنے بیان کردہ معنی کی تائید ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

اتّبعوا فی ذالک القیاس وقالوا المراد بقولها . ولم یغسله . ای غسلاً مبالغاً فیه ، وهو خلاف الظّاهر ویبعده ما ورد فی الأحادیث الآخرین من التّفرقة بین بول الصّبیّ والصّبیّة فانّهم لا یفرّقون بینهما .

''احناف نے اس مسئلہ میں قیاس سے کام لیا ہے اور کہا ہے ولم یغسله سے مراد مبالغے سے دھونا ہے، حالانکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے اور دوسری روایات میں جو بچے اور بچی کے پیشاب میں چھینٹے مارنے اور دھونے کا فرق آیا ہے، وہ بھی اسے بعید قرار دیتا ہے، کیونکہ احناف ان میں فرق نہیں کرتے۔'' (فتح الباری: ۳۲۷/۱)

(ج) جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

قولہ : ولم یغسلہ غسلاً. صریح فی نفی المبالغة فی الغسل ، أی لم یغسلہ غسلاً شدیداً ، فانّ المفعول المطلق یکون للتّاکید ، وأمّا نفی الغسل مطلقاً فلا .

''آپ کا فرمان ولم یغسلہ غسلاً واضح طور پر بتاتا ہے کہ یہاں دھونے میں مبالغے کی نفی ہے، یعنی آپ نے سختی سے اسے نہیں دھویا، کیونکہ مفعولِ مطلق تاکید کے لئے آتا ہے، مطلق طور پر دھونے کی نفی مراد نہیں۔'' (اعلاء السنن از تھانوی : ۱/۴۳۲ ۔ ۴۳۳)

تبصرہ :

جناب تھانوی صاحب بتا رہے ہیں کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے آتا ہے، تھانوی صاحب کی اس بات سے ہمیں ذرا برابر بھی انکار نہیں، لیکن بعض الناس کو یہ بات بھی مدنظر رکھنا ہوگی کہ مفعولِ مطلق ہمیشہ مصدر ہوتا ہے، جس طرح مصدر فعل معروف سے آتا ہے، بعینہٖ وہی مصدر فعل مجہول سے بھی آتا ہے، اب اگر کوئی شخص مصدر کو ہمیشہ معروف ہی خیال کرتا رہے اور اسے مجہول کہنے سے انکار کر دے، تو اس کی جہالت میں شک نہیں کیا جا سکتا، مثلاً ضُرِبَ زَیْدٌ ضَرْبًا ، میں ضَرْبًا مصدر مجہول ہے، اس کا معنی ہوگا ''زید مارا گیا مارا جانا'' یہاں مصدر کا معنی ''مارنا'' درست نہیں، کیونکہ یہاں تاکید فعل مجہول (مارے جانے) کی ہے، نہ کہ معروف (مارنا) کی، کیونکہ یہ مصدر فعلِ مجہول کا ہے، اسی طرح فعلِ مثبت اور فعلِ منفی کا معاملہ ہے، اگر مصدر فعلِ مثبت کے بعد آئے تو تاکید فعلِ مثبت کی ہوگی، مثلاً ضَرَبْتُہٗ ضَرْباً (میں نے اسے مارا مارنا)، یعنی خوب مارا اور اگر مصدر فعلِ منفی کے بعد آئے تو تاکید نفی کی ہوگی، نہ کہ اثباتِ فعل کی، جیسے مَا ضَرَبْتُہٗ ضَرْباً ، لہٰذا فعلِ نفی کی تاکید بالکل نہ مارنے سے تعبیر ہوگی، نہ کہ ہلکا مارنے سے، دیوبندیوں کو اپنی عربی گرائمر بھی مضبوط کرنی چاہیے۔

تھانوی صاحب نے بھی کوئی مدلل بات نہیں کی، محدثین اور سلف صالحین نے خلاف معنی کرتے وقت کوئی دلیل تو ہونا چاہیے تھی، اگرچہ کمزور ہی ہوتی۔

دلیل نمبر ٤:

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی لکھتے ہیں:

''بخاری (۱/۳۵) وغیرہ کی روایت ہے جس میں آتا ہے نضح علیہ ... نضح بمعنی غسل ہے، چنانچہ بخاری (۱/۳۶) میں روایت ہے کہ حیض کے کپڑے کے بارے میں آپ سے سوال ہوا، قال : تحتّہ ثمّ

Islamic Research Centre Rawalpindi

تقرصه بالماء و تنضحه بالماء . اس مقام پر تنضح کے معنی شراح نے غسل ہی کے کئے ہیں۔۔۔''

(خزائن السنن از صفدر : ۱/۱۵۱)

تفصیل کے لئے دیکھیں اعلاء السنن از ظفر احمد تھانوی دیوبندی (۱/۴۳۲ ۔ ۴۳۵)

تبصرہ :

اولاً: خود ظفر احمد تھانوی صاحب نے حافظ نووی سے نقل کیا کہ ''نضح'' چھینٹے مارنے اور دھونے دونوں معنی میں آتا ہے، تعیّنِ معنیٰ سیاق اور دوسری روایات سے ہوگا، چنانچہ:

پہلے ہم نے سیاق کو دیکھا تو ''نضح'' کے ساتھ **لم یغسله** کا لفظ آیا ہے (دیکھیں بخاری : ۲۲۳)، لہٰذا دوسرا، یعنی چھینٹے مارنے کا معنیٰ متعین ہوگیا۔

پھر دوسرے نمبر پر دوسری روایات کو دیکھیں تو ''نضح'' کے ساتھ ''رش'' (چھینٹے مارنے) کا لفظ آیا ہے، لہٰذا اس طریقے سے بھی چھینٹے مارنے کا معنیٰ متعین ہوگیا، لفظِ ''صبّ'' پر بحث گزر چکی ہے۔

ثانیاً: محدثین نے ''نضح'' سے ''رش'' (چھینٹے مارنا) ہی مراد لیا ہے، جیسا کہ ان کی تبویب سے عیاں ہے، جسے ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں، لہٰذا سب تاویلات باطل ہوگئیں۔ **والحمد لله علىٰ ذلك**۔

اب قارئین ہی بتائیں کہ حدیثِ نبوی میں دودھ پیتے بچے کے پیشاب پر چھینٹے کافی ہونے کے الفاظ موجود ہونے کے باوجود اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے کے پیشاب کو نہ دھونے کے باوجود اور پھر کثیر تعداد میں محدثین کرام کی تصریحات کے باوجود بھی مقلدین کا بغیر دلیل کے اسے دھونا ضروری قرار دینا

حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

☆☆.....☆☆.....☆☆

عذابِ قبر سے پناہ

ابوسعید

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک دن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے، آپ نے بنونجار کے لوگوں کی آوازیں سنیں جو کہ جاہلیت میں مرے تھے، ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراتے ہوئے نکلے، اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ عذابِ قبر سے پناہ مانگو۔'' (مسند الامام احمد : ۳/۲۹۵۔۲۹۶، وسندہٗ صحیح)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

سجدہ کی دعائیں

۱☆ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ (تہجد) ادا کی (حدیث ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں):

ثمّ سجد ، فقال : سبحان ربّی الأعلیٰ ، فکان سجودہ قریباً من قیامہ .

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور یہ دعا پڑھنا شروع کی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی (پاک ہے میرا رب اعلیٰ)، آپ کا سجدہ آپ کے قیام کے برابر تھا۔'' (صحیح مسلم : ۷۷۲)

۲☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں یہ دعا بکثرت پڑھتے تھے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِہٖ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ .

''اے اللہ! تو پاک ہے، اے رب ہمارے! تیری ہی تعریف ہے، اے اللہ! مجھے معاف فرما۔''

(صحیح بخاری : ۷۹٤، صحیح مسلم : ٤٨٤)

۳☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے: **سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ .**

''(اللہ) نہایت پاک، بہت زیادہ بڑائی اور عظمت والا اور عیوب و نقائص سے خوب پاک و منزہ ہے، جو فرشتوں اور روح (جبریل) کا رب ہے۔'' (صحیح مسلم : ٤٨٧)

۴☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا، میں نے خیال کیا کہ آپ اپنی کسی بیوی کے پاس گئے ہوں گے، میں نے تلاش کیا، پھر واپس لوٹ آئی، اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ آپ حالتِ رکوع یا سجدہ میں ہیں اور یہ دعا پڑھ رہے ہیں:

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ .

''تو پاک ہے، تیری ہی تعریف وثناء ہے، تیرے سوا کوئی معبودِ (برحق) نہیں۔'' (صحیح مسلم : ٤٨٥)

٥☆ سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا تھا، آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی، آپ رحمت والی آیتِ کریمہ سے گزرتے تو رک کر رحمت کا سوال کرتے، عذاب والی آیتِ کریمہ سے گزرتے تو رک کر پناہ طلب کرتے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قیام کی مقدار رکوع کیا اور رکوع وسجدہ میں یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَةِ .

''قہر وقدرت، طاقت وعظمت، عظیم الشان سلطنت وبادشاہت، کبریائی اور عظمت والے اللہ پاک کی میں تسبیح بیان کرتا ہوں۔'' (سنن ابی داؤد : ٨٧٣، سنن نسائی : ١٠٥٠، وسندهٗ صحیح)

حافظ نووی نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (خلاصة الاحکام : ٣٩٦/١)

٦☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَأَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِیَتَهٗ وَسِرَّهٗ .

''اے اللہ! میری ساری کی ساری لغزشوں سے درگزر فرما، چھوٹی ہوں یا بڑی، اول ہوں یا آخر، ظاہر ہوں یا مخفی۔'' (صحیح مسلم : ٤٨٣)

٧☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا، تلاش کیا تو میرے ہاتھ آپ کے دونوں پاؤں مبارک کے تلووں پر لگے اور آپ مسجد میں تھے، دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ ، لَا أُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ ، أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ .

''اے اللہ! تیری ناراضی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے قہر وعذاب سے تیری پناہ پکڑتا ہوں، میں تیری ثناء کو شمار نہیں کر سکتا، تو اسی طرح ہے، جیسے تو نے اپنی ثناء بیان کی ہے۔'' (صحیح مسلم : ٤٨٦)

٨☆ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں یہ دعا پڑھتے

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

تھے: اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَکَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ .

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے ہی سجدہ کیا اور تجھ پر ایمان لایا، تیرا ہی مطیع وفرمانبردار ہوں، میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہوا، جس نے اسے پیدا کیا، اس کی شکل بنائی اور اس کی آنکھ اور کان کو شق کیا (سننے اور دیکھنے کے قابل بنایا)، بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین تخلیق کرنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم : ۷۷۱)

۹☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز یا سجدے میں یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْراً وَعَنْ شِمَالِیْ نُوْراً وَاَمَامِیْ نُوْراً وَخَلْفِیْ نُوْراً وَفَوْقِیْ نُوْراً وَتَحْتِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْراً .

''اے اللہ! میرے دل میں نور بھر دے، میرے کانوں میں نور بھر دے اور میری آنکھوں میں نور بھر دے، میرے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے نور بھر دے اور میرے لیے نور بنا دے۔'' (صحیح مسلم:۱۸۷/۷۶۳)

سجدۂ تلاوت کی دعا

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا تو اس درخت نے میرے ساتھ سجدہ کیا، میں نے سنا کہ وہ درخت یہ دعا پڑھ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِھَا عِنْدَکَ أَجْراً ، وَضَعْ عَنِّیْ بِھَا وِزْراً ، وَاجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَکَ ذُخْراً ، وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَھَا مِنْ عَبْدِکَ دَاوٗدَ .

''اے اللہ! اس سجدہ کے بدلے میرے لیے اپنے ہاں اجر وثواب لکھ لے اور اس کے ذریعے مجھ سے (گناہوں کا) بوجھ اتار دے اور اسے میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنا لے اور میری طرف سے اسے اسی طرح قبول فرما، جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔''

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت کیا اور آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ (سنن ترمذی : ۵۷۹، ۳۴۲۴، سنن ابن ماجه : ۱۰۵۳، وسندهٗ حسن)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن غریب'' اور امام ابنِ خزیمہ (۵۶۲)، امام ابنِ حبان (۲۷۶۸)، امام خلیلی (تهذیب التهذیب:۲/۲۷۶) اور امام حاکم (۱/۲۱۹، ۲۲۰) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس کا راوی الحسن بن عبداللہ ''حسن الحدیث'' ہے، امام ابنِ حبان، امام خلیلی، امام ابنِ خزیمہ، امام حاکم اور امام ترمذی وغیرہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی توثیق کی ہے۔

فائدہ : .....

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدۂ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے۔

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ .

''میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہوا، جس نے اسے پیدا کیا اور اس نے اپنی قوت و طاقت سے اس کے کانوں اور آنکھوں کو قابلِ سماعت و بصارت بنایا۔''

(سنن ابی داؤد : ١٤١٤، سنن نسائی : ١١٣٠، سنن ترمذی : ٨٥٠، ٣٤٢٥، مسند الامام احمد : ٣٠/٦، المستدرك للحاكم : ٢٢٠/١، السنن الكبرى للبيهقي : ٣٢٥/٢، وسندهٗ ضعيف)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

لیکن اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس سند میں ''رجل'' ''مبہم'' کی زیادتی موجود ہے، یہ بلا ریب و شک ''المزید فی متصل الاسانید'' ہے۔ خالد الحذاء کا ابوالعالیہ سے سماع کی تصریح کرنا تو درکنار، سماع ہی ثابت نہیں، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

☆☆.....☆☆.....☆☆

اعتذار

السنہ شمارہ نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳۶ سطر نمبر ۴ پر سیدہ صفیہ کی جگہ حفصہ چھپ گیا ہے۔

اسی طرح صفحہ نمبر ۴۴، سطر نمبر ۱۴ پر **عدّة المختلعة حيضة** کا ترجمہ کمپوزنگ کی غلطی سے ''خلع والی کی عدت ایک حیض ہے'' کے بجائے ''حائضہ کی عدت ایک حیض ہے'' چھپ گیا ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ تصحیح فرمالیں۔ ناشر

☆☆.....☆☆.....☆☆

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

قارئین کے سوالات — غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① کیا ''نہج البلاغہ'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے؟

جواب: ''نہج البلاغہ'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹی منسوب کتاب ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهو (على بن الحسين العلوى الحسينى المتكلّم الرّافضى المعروف الشّريف المرتضىٰ) المتّهم بوضع كتاب نهج البلاغة ، وله مشاركة قويّة فى العلوم ، ومن طالع كتابه نهج البلاغة جزم بأنّه مكذوب علىٰ أمير المؤمنين علىّ رضى اللّٰه عنه ، ففيه السّبّ الصّراح والحطّ على السّيّدين أبى بكر وعمر رضى اللّٰه عنهما ، وفيه من التّناقض والأشياء الرّكيكة والعبارات الّتى من له معرفة بنفس القرشيّين الصّحابة وبنفس غيرهم ممّن بعدهم من المتأخّرين جزم بأنّ الكتاب أكثره باطلٌ .

''یہ (علی بن حسین علوی، حسینی، متکلم، رافضی، المعروف الشریف المرتضیٰ) کتاب نہج البلاغہ گھڑنے کے ساتھ متہم ہے، اس کے پاس علوم کی بڑی مہارت تھی، جو اس کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کرتا ہے، یقین کر لیتا ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے، کیونکہ اس میں سیدین، یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر واضح طعن و تشنیع موجود ہے، نیز اس میں تناقض اور ایسی کمزور باتیں ہیں کہ قریشی صحابہ اور دیگر متاخرین کی سیرت سے واقف شخص یقین کر لیتا ہے کہ اس کتاب کا اکثر حصہ من گھڑت اور جھوٹا ہے۔'' (میزان الاعتدال : ۱۲۴/۳)

نیز لکھتے ہیں:

وقد اختلف فى كتاب نهج البلاغة المكذوب علىٰ علىّ عليه السّلام هل هو وضعه أو وضُعُ أخيه الرّضى .

''اس بات میں اختلاف ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جھوٹی کتاب نہج البلاغہ اس نے وضع کی تھی یا اس کے بھائی الرضی کی گھڑنت ہے۔'' (تاریخ اسلام : ۵۵۸/۹)

☆☆..................☆☆..................☆☆

Islamic Research Centre Rawalpindi

② کیا روزِ قیامت ماں کے نام سے پکارا جائے گا؟

جواب: روزِ قیامت باپ کے نام سے پکارا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انّ الغادر ینصب له لواء یوم القیامة ، فیقال : هذه غدرة فلان بن فلان .

''بے شک دھوکا باز کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا، یہ فلاں بن فلاں کے دھوکے کا نشان ہے۔'' (صحیح بخاری : ۹۱۲/۲، ح : ۶۱۷۸)

شارحِ بخاری ابنِ بطال کہتے ہیں:

فی هٰذا الحدیث ردّ لقول من زعم أنّهم لا یدعون یوم القیامة الّا بأمّهاتهم سترا علیٰ آبائهم....والدعاء بالآباء أشدّ فی التّعریف وأبلغ فی التّمییز .

''اس حدیث میں اس شخص کا رد ہے، جو گمان کرتا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے باپوں پر پردہ پوشی کی غرض سے صرف ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، باپ کے نام سے پکارنا تعریف وتمیز میں زیادہ مؤثر ہے۔'' (فتح الباری : ۵۶۳/۱۰)

تنبیه :

ماں کے نام سے پکارے جانے کے بارے میں دو مندرجہ ذیل جھوٹی حدیثیں وارد ہوئی ہیں:

☆۱ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یدعی النّاس یوم القیامة بأمّهاتهم ستراً من اللّٰه عزّ وجلّ علیهم .

''قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی کیے جانے کی وجہ سے اپنی ماؤں کے ناموں سے پکارے جائیں گے۔'' (الکامل لابن عدی : ۳۴۳/۱)

تبصره :

اس کی سند موضوع (من گھڑت) ہے، حافظ ابن الجوزی نے اس کو ''الموضوعات (۱۷۹۸)'' میں ذکر کیا ہے، امام ابن عدی فرماتے ہیں:

هٰذا الحدیث منکر المتن بهذا الاسناد ، واسحاق بن ابراهیم الطّبری منکر الحدیث .

''یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر متن والی ہے، اسحاق بن ابراہیم الطبری منکر الحدیث راوی ہے۔''

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اسحاق بن ابراہیم الطبری کو امام ابنِ حبان (المجروحین : ۱/۱۳۷) نے ''منکر الحدیث جداً'' اور امام دارقطنی (الضعفاء : ۹۸) نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں: روٰی أحادیث موضوعة ''اس نے موضوع (من گھڑت) احادیث روایت کی ہیں۔'' (المدخل : ۱۱۹)

اس میں حمید الطّویل ''مدلس'' بھی ہے، جو ''عن'' سے روایت بیان کر رہا ہے۔

۲☆ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انّ اللّٰہ تعالیٰ یدعو النّاس یوم القیامة بأسمائھم (بأمّھاتھم . اللآلی المصنوعة للسّیوطی : ۲/۴۴۹) ستراً منه علیٰ عباده .

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کی پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۱۲۴۲)

تبصرہ :

اس کی سند موضوع (من گھڑت) ہے، اس میں اسحاق بن بشر ابو حذیفہ متروک اور وضّاع (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) موجود ہے۔

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: وفیه اسحاق بن بشر أبو حذیفة متروکٌ .

''اس میں اسحاق بن بشر ابو حذیفہ متروک راوی ہے۔'' (مجمع الزوائد : ۱۰/۳۵۹)

اس میں ابنِ جریج کی ''تدلیس'' بھی ہے۔

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں: وسندهٗ ضعیفٌ جدّاً ''اس کی سند سخت ترین ضعیف ہے۔''

(فتح الباری : ۱۰/۵۶۳)

حافظ ابنِ قیّم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الحدیث باطل ، والأحادیث الصّحیحة بخلافه ، قال البخاریّ فی صحیحه : باب ما یدعی النّاس یوم القیامة بآبائھم ، ثمّ ذکر حدیث : ینصب لکلّ غادر لواء یوم القیامة بقدر غدرته ، فیقال : ھذه غدرة فلان بن فلان . وفی الباب أحادیث أخریٰ غیر ذلک .

''یہ حدیث باطل ہے، نیز صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (بخاری : ۲/۹۱۲، ح : ۶۱۷۸) میں باب قائم کیا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا،

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

پھر یہ حدیث پیش کی ہے کہ قیامت کے دن خائن کے لیے ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی خیانت ہے۔ اس بارے میں اور بھی کئی احادیث موجود ہیں۔'' (المنار المنیف لابن القیم : ۱۳۹)

فائدہ : .....

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انّکم تدعون یوم القیامة بأسمائکم وأسماء آبائکم ، فأحسنوا أسمائکم .

''تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کرو۔''

(مسند الامام احمد : ۱۹۴/۵، سنن ابی داوٗد : ۴۹۴۸)

تبصرہ :

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، امام ابوداؤد خود فرماتے ہیں:

ابن أبی زکریّا لم یدرک أبا الدّرداء ''ابن ابی زکریا نے ابوالدرداء کا زمانہ نہیں پایا۔''

امام ابوحاتم لکھتے ہیں: **عبداللّٰہ بن أبی زکریّا لم یسمع أباالدّرداء .** ''عبداللہ بن ابی زکریا نے سیدنا ابوالدرداء سے سماع نہیں کیا۔'' (المراسیل : ۱۱۳)

حافظ بیہقی کہتے ہیں: **ھٰذا مرسل ، ابن أبی زکریّا لم یسمع من أبی الدّرداء .**

''یہ مرسل (منقطع) حدیث ہے، ابنِ ابی زکریا نے ابوالدرداء سے نہیں سنا۔'' (السنن الکبریٰ للبیھقی: ۳۰۶/۹)

لہٰذا امام ابنِ حبان (۵۸۱۸) کا اس حدیث کو ''صحیح''، حافظ نووی (الاذکار : ص ۲۵۵) کا اس کی سند کو ''جید'' اور حافظ ابنِ قیّم (تحفة المودود : ص ۸۱) کا اس کی سند کو ''حسن'' کہنا صحیح نہیں ہے۔

③ کیا حاملہ کو حیض آ سکتا ہے؟

حاملہ عورت حائضہ نہیں ہو سکتی، جیسا کہ:

۱☆ حدیث ہے، کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

مُرْهُ فلیراجعها، ثمّ لیطلّقها طاهراً أو حاملاً .

''اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دے۔''

(صحیح بخاری: ۵۲۵۱، صحیح مسلم: ۱۴۷۱، واللفظ لهٗ)

Islamic Research Centre Rawalpindi

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آ سکتا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کو طہر کے قائم مقام کیا ہے، اگر حمل میں بھی حیض آ سکتا، تو حیض میں طلاق کو منع قرار دے کر حمل میں طلاق دینے کے حکم کا کیا معنیٰ ؟

۲☆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إذا رأت الحامل الصّفرة توضّأت وصلّت، وإذا رأت الدّم اغتسلت وصلّت، ولا تدع الصّلاة علىٰ كلّ حال .

''جب حاملہ زرد رنگ کا پانی دیکھے، تو وضو کر کے نماز پڑھے، اور جب خون دیکھے، تو غسل کر کے نماز پڑھے، کسی بھی صورت میں نماز نہیں چھوڑ سکتی۔''

(مصنف عبدالرزاق: ۳۱۷/۱، الأوسط لابن المنذر: ۲۲۹/۲، وسندهٗ حسن)

تنبیہ!.....

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے مخالف ایک ضعیف روایت بھی آتی ہے:

قال ابن المنذر: حدّثنا محمّد بن عبدالله بن عبدالحكم ثنا ابن وهب أخبرني ابن لهيئة واللّيث بن سعد عن بكير بن عبدالله عن أم علقمة عن عائشة زوج النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم أنّها سئلت عن الحامل ترى الدّم أتصلّي؟ قالت: لا تصلّي حتّى يذهب الدّم.

''آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر حاملہ کو خون آئے تو نماز پڑھے گی؟ آپ نے فرمایا: خون ختم ہونے تک نماز نہیں پڑھے گی'' (الأوسط لابن المنذر: ۲۳۹/۲، ۲۴۰)

یہ روایت بلحاظ سند ''ضعیف'' ہے، عبداللہ بن وہب المصری نے ''تدلیس عطف'' کی ہے، چنانچہ اپنے پہلے شیخ ''ابن لہیعہ (جو کہ ضعیف مدلّس ہیں) سے سماع کی تصریح کی ہے، جبکہ دوسرے شیخ لیث بن سعد کو عطف کے ذریعے ان سے ملا دیا ہے۔

محدثین کے ہاں ایسی صورت میں مدلس راوی کا دوسرے شیخ سے سماع ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ جن سے سماع کی صراحت ہے، وہ خود ضعیف و مدلس ہیں اور ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں، جبکہ لیث بن سعد ''ثقہ'' ہیں، لیکن ان سے سماع کی صراحت نہیں، لہٰذا یہاں تدلیس عطف مؤثر ہے۔

فائدہ:.....

اس روایت کی راویہ اُمّ علقمہ ''صدوقہ'' اور حسنۃ الحدیث'' ہے، اس کو امام عجلی (۵۲۵)، امام ابن حبان، امام

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

حاکم (۱/۴۸۸) وغیرہ نے "ثقہ" قرار دیا ہے۔

۳☆ امام شعبہ بیان کرتے ہیں کہ امام حکم بن عتیبہ نے حاملہ کو آنے والے خون کے بارے میں فرمایا:

لیس بشيءٍ . "یہ کچھ بھی نہیں۔" اور حماد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں:

هي بمنزلة المستحاضة . "ایسی عورت مستحاضہ کے حکم میں ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۲۱۲،وسندهٔ صحیح)

۴☆ امام جابر بن زید (مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۲۱۲، وسندهٔ حسن) ،سلیمان بن یسار (مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۲۱۲،مصنف عبدالرزاق: ۱/۳۱۷، وسندهٔ صحیح) ،عطاء بن ابی رباح (مصنف عبدالرزاق: ۱/۳۱۶ ، وسندهٔ صحیح) ،سعید بن مسیّب (مصنف عبدالرزاق:۱/۳۱۶، وسندهٔ صحیح)،امام احمد بن حنبل (مسائل احمد لأبی داؤد: ۲۵)،ابن المنذر (الأوسط: ۲/۲۴۱) اور امام ابوعبید وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

تنبیہ!......

امام زہری (مؤطا امام مالك، وسندهٔ صحیح)،مجاہد (دارمی: ۹۶۲،وسندهٔ صحیح)،عکرمہ (دارمی: ۹۶۳، وسندهٔ صحیح) ،بکر بن عبداللہ المزنی (دارمی: ۹۶۷، وسندهٔ صحیح) ،قتادہ (مصنف عبدالرزاق: ۱/۳۱۶، وسندهٔ صحیح) کا مذہب ہے کہ حاملہ کو حیض آ سکتا ہے، واضح رہے کہ یہ بے دلیل مذہب ہے۔

الحاصل:......

حاملہ عورت کو حیض نہیں آ سکتا، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے طلاق کی بحث میں غیر حاملہ کی عدّت تین حیض بیان کی ہے، جبکہ حاملہ کی وضع حمل، اگر حاملہ کو بھی حیض آ سکتا ہوتا، تو اس کی عدّت بھی تین حیض مقرر کر دی جاتی۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

نکاحِ حلالہ زنا ہے! غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

اسلام دینِ فطرت اور مکمل نظامِ زندگی ہے، اس نے جہاں باقی شعبہ جات میں انسان کی مکمل رہنمائی کی، وہاں شعبۂ معاشرت میں بھی تحفظِ عفت وعصمت کے لیے قانونِ نکاح کی پذیرائی کی، اس شعارِ اسلام نے انسانیت کو درندگی کی دلدل سے نکال کر بندگی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا، لیکن افسوس کہ بعض دشمنانِ دین وعقل نے حلالے جیسی لعنت کے ذریعے محافظانِ عزت کو پھر راہزن کر دیا، حلالہ ایک بدترین بے حیائی ہے، اس پر دلیل ہماری یہ خامہ فرسائی ہے:

دلیل نمبر ۱:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں:

لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم المحلّ والمحلّل لهٗ .

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا، دونوں مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(مسند الامام احمد : ۲/ ۳۲۳، البزار (کشف الاستار : ۱۴۴۲)، مسند اسحاق ومسند ابی یعلیٰ (نصب الرایة : ۳/ ۲۴۰)، السنن الکبریٰ للبیهقی : ۷/ ۲۰۸، المتفق للخطیب : ۱۷۰۵)

یہ حدیث ''حسن'' ہے، امام ابن الجارود (۶۸۴) نے اس کو ''صحیح'' اور امامِ بخاری نے ''حسن'' کہا ہے۔

(التلخیص الحبیر : ۳/ ۱۷۰، العلل للترمذی : ۱/ ۴۳۷)

امام زیلعی حنفی لکھتے ہیں: **الحديث الصحيح .** ''یہ حدیث صحیح ہے۔'' (نصب الرایة : ۳/ ۲۴۰)

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں: **رواته موثقون .** ''اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔''

(الدرایة : ۲/ ۷۳)

دلیل نمبر ۲:

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : ألا أخبركم بالتّيس المستعار ؟ قالوا : بلىٰ يا رسول اللّٰه ! قال : هو المحلّل ، لعن اللّٰه المحلّل والمحلّل لهٗ .

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں کرائے کے سانڈھ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ

Islamic Research Centre Rawalpindi

نے عرض کی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا، وہ حلالہ کرنے والا مرد ہے، اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے کیا گیا، دونوں مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(سنن ابن ماجه : ١٩٣٦، السنن الكبرٰى للبيهقي : ٢٠٨/٧، المستدرك للحاكم : ١٩٨/٢۔١٩٩)

اس حدیث کی سند ''حسن'' ہے، امام حاکم نے اس کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

دلیل نمبر ۳:

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جاء رجل الى ابن عمر رضى الله عنها فسأله عن رجل طلّق امرأته ثلاثاً ، فتزوّجها أخ له من غير مؤامرة منه ، ليحلّها لأخيه ، هو تحلّ للأوّل ؟ قال : لا ، الّا نكاح رغبة ، كنّا نعدّ هٰذا سفاحا علىٰ عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم .

''ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے، پھر اس سے مشورہ کیے بغیر اس کا بھائی حلالے کی نیت سے اس عورت سے نکاح کرتا ہے، کیا اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا، نہیں، (دوسرے) صرف (دائمی) آبادی کی نیت سے نکاح کرنا (صحیح ہے)، ہم اس (حلالہ) کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں بدکاری شمار کرتے تھے۔''

(المستدرك للحاكم : ١٩٩/٢، ح : ٢٨٠٦، السنن الكبرٰى للبيهقي : ٢٠٨/٧)

اس کی سند ''صحیح متصل'' ہے، امام حاکم نے اس کو بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ہیثمی کہتے ہیں: ورجاله رجال الصحيح .(مجمع الزوائد : ٢٦٧/٤)

اللہ اور اس کے رسول تو حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا، دونوں کو ملعون قرار دیں، لیکن ایک حنفی نے اللہ کی گرفت سے بے خوف و خطر ہو کر یہاں تک کہہ دیا: لعل اراد اللعنة بالرحمة .

''ہو سکتا ہے کہ یہاں لعنت سے مراد رحمت ہو۔'' (مستخلص الحقائق شرح كنز الدقائق : ١٢٦، طبع دهلي)

حلالہ محدثین عظام کی نظر میں

☆ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نکاحِ حلالہ کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذا تزوّج الرّجل المرأة ليحلّلها ، ثمّ بدا له أن يمسكها ، فلا يحلّ له أن يمسكها ، حتّٰى يتزوّجها بنكاح جديد .

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''اگر کوئی مرد کسی عورت سے حلالے کی نیت سے نکاح کرے، پھر اسے (مستقل طور پر) اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کرلے تو نیا نکاح کیے بغیر اس عورت کو اپنے پاس رکھنا حرام ہے۔'' (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۱۱۲۰)

☆ جارود بن معاذ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ نے حلالے کو ملعون فعل قرار دیتے ہوئے فرمایا: ینبغی أن یرمیٰ بھذا الباب من قول أصحاب الرأی .

''اس بارے میں اصحاب الرائے (احناف) کی بات (نکاحِ حلالہ کے جواز) کو (کوڑے کی ٹوکری میں) پھینک دینا چاہیے۔'' (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۱۱۲۰، وسندہٗ صحیح)

☆ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وبه یقول سفیان الثّوری وابن المبارک والشّافعی وأحمد واسحاق ....

''امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے (کہ حلالہ ملعون فعل ہے)۔'' (جامع ترمذی: ، تحت حدیث: ۱۱۲۰)

حلالہ بعد والے مسلمانوں کی نظر میں

حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نکاح المحلّل شرّ من نکاح المتعة ، فانّ نکاح المحلّل لم یبح قطّ ، فھو یثبت العقد لیزیله ، وھذا لا یکون مشروعا بحال .

''حلالہ کرنے والے کا (عارضی) نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے، کیونکہ نکاحِ حلالہ (اسلام کے) کسی دور میں بھی جائز نہیں ہوا، حلالہ کرنے والا عقدِ نکاح اس لیے باندھتا ہے کہ (بعد میں) اسے ختم کردے گا اور یہ عارضی نکاح کسی صورت میں بھی درست نہیں۔'' (مجموع الفتاوی: ۱۰۸/۳۲)

حافظ ابنِ قیّم نکاحِ حلالہ کو جائز قرار دینے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأمّا فی ھذہ الأزمان الّتی قد شکت الفروج فیھا الی ربّھا من مفسدة التّحلیل ، وقبح ما یرتکبه المحلّلون ممّا ھو رمد بل عمی فی عین الدّین وشجی فی حلوق المؤمنین ، من قبائح تشمت أعداء الدّین به ، وتمنع کثیرا ممن یرید الدّخول بسببه ، بحیث لا یحیط بتفاصیلھا خطاب ، ولا یحصرھا کتاب ، یراھا المؤمنون کلّھم من أقبح القبائح ، ویعدّونھا من أعظم الفضائح ، قد قلّبت من الدّین رسمه ، وغیّرت منه اسمه ، وضمّخ التّیس المستعار فیھا المطلّقة بنجاسة التّحلیل ، وقد زعم أنه قد طیّبھا للحلیل ، فیا للّٰه العجب ! أیّ طیب أعارھا ھٰذا التّیس

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

الملعون ؟ وأيّ مصلحة حصلت لها ولمطلّقها بهٰذا الفعل الدّون .

''موجودہ دور میں عزتیں حلالے کی قباحتوں اور حلالہ کرنے والوں کی فضاحتوں پر اپنے رب کے دربار میں شکایت کناں ہیں ، یہ فعلِ شنیع دینِ اسلام کی آنکھ کا تنکا اور مومنوں کے گلے کا کانٹا بن چکا ہے ، ایسی کاروائیاں دشمنانِ اسلام کو ہنساتی اور اس کے قریب آنے والوں کو دور لے جاتی ہیں ، نہ کوئی تقریر ان مفاسد کو الفاظ میں سمیٹ سکتی ہے اور نہ کوئی تحریر ان خرابیوں کو اوراق میں لپیٹ سکتی ہے ، تمام مومن اس حلالے کو چوٹی کی قباحت اور انتہاء کی فضاحت سمجھتے ہیں ، اس نے دین کا نام تبدیل اور اس کا ڈھانچا تحلیل کر دیا ہے ، کرائے کا یہ سانڈ پاک عورت کو اس حرامے کی نجاست میں لت پت کر کے سمجھتا ہے کہ میں نے اسے خاوند کے لیے حلال کر دیا ہے ، وائے تعجب ! اس گھٹیا کرتوت سے مطلقہ عورت اور اس کے خاوند کے لیے اس کمینے نے کونسا کمال کر دیا ہے ؟'' (اعلام الموقعین : ۳/۵۲۔۵۳)

نیز لکھتے ہیں : ثمّ سل من له أدنى اطّلاع علىٰ أحوال النّاس : كم من حرّة مصونة انشبّ فيها المحلّل مخالب ارادته فصارت بعد الطّلاق من الأخدان وكان بعلها منفردا فاذا هو والمحلّل ببركة التّحليل شريكان ؟ فلعمر اللّٰه ! كم أخرج التّحليل مخدرة من سترها الى البغاء ، وألقاها بين براثن العشراء والحرفاء .

''ان لوگوں سے پوچھ کر تو دیکھو ، جنہوں نے حالاتِ حاضرہ کی طرف تھوڑا سا بھی دھیان کیا کہ کتنی عفت مآب دوشیزاؤں کو ان سانڈھوں نے اپنے ناپاک عزائم کے پنجے گاڑ کر لہولہان کیا ، چنانچہ طلاقِ حلالہ کے بعد بھی دونوں نے باہم شناسائی رکھی اور اس حرامے کی برکت سے اصل خاوند کے ساتھ ساتھ اس سانڈھ نے بھی عورت تک رسائی رکھی ، بخدا اس قبیح فعل کی وجہ سے کتنی ہی پردہ نشین عورتیں بغاوت پر آمادہ ہیں اور ان لوگوں کے چنگل میں پھنس چکی ہیں جو فحاشی و عریانی کے دلدادہ ہیں ۔'' (اعلام الموقعین : ۳/۵۴۔۵۵)

جناب شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی لکھتے ہیں : وأيضا فيه وقاحة واهمال غيرة وتسويغ ازدحام على الموطوئة من غير أن يدخل فى تضاعيف المعاونة ، نهى عنه .

''اس (حلالے) میں بے غیرتی و بے حیائی موجود ہے ، (اس طرح کہ اس سے) 'ایک عورت کئی خاوند' کے نظریے کی حمایت ہوتی ہے ، حالانکہ یہ نیکی کے کام میں تعاون کے زمرے میں بھی نہیں آتا ، لہٰذا اس سے منع کر دیا گیا ۔'' (حجة الله البالغة : ۲/۱۳۹)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عدل ہو تو ایسا! حافظ ابو یحییٰ نور پوری

موسیٰ اور اس کے ساتھی بکریاں چروا رہے تھے، بکریاں تو لوگ آج بھی چرواتے ہیں، لیکن ان کے چروانے کی ایک خاص بات یہ تھی کہ بکریاں اور بھیڑیئے اکٹھے چر رہے تھے، پھر کوئی بھیڑیا کسی بکری پر حملہ نہیں کر رہا تھا، حالانکہ بھیڑیے تو بکریوں کو دیکھتے ہی پھاڑ کھاتے ہیں، لیکن اب حالات بدلنے والے تھے، ایک رات اچانک ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا، وہ سب حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا، یہ بات تو ان کی سوچ سے بھی باہر تھی، البتہ موسیٰ بن اعین کا روشن دماغ فوراً بات کی تہہ تک پہنچ گیا، وہ کہنے لگا، جس کے عدل و انصاف کی برکت سے انسان ہی نہیں بھیڑیئے بھی مہذب بن گئے تھے، محسوس ہوتا ہے کہ وہ مردِ عادل آج اس دنیا میں نہیں رہا، تحقیق کرنے پر پتا چلا کہ واقعی وہ انصاف کا پیکر دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبھانی : ۲۵۵/۵، وسندہٗ حسن)

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ شخصیت کون تھی؟ چلیں آپ کو بتا دیتے ہیں، یہ وہ ہستی ہے جسے لوگ ''فاروقِ ثانی'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں، آپ کا نام عمر تھا، سلسلۂ نسب یوں تھا:

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ القرشی۔

یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق ہی اسی اعلیٰ مقصد کے لیے کی تھی، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے بعد دنیا میں عدل و انصاف کی ایک انوکھی مثال قائم کی۔

ایسا کیوں نہ ہوتا؟ جن اسلاف کے آپ جانشین تھے، انہوں نے بعد والوں کے لیے سبق ہی یہی چھوڑا تھا، چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت ہی دیکھ لیں، آپ کی زندگی عدل و انصاف کا مرقع نظر آتی ہے، جس احسن انداز سے آپ نے حکمرانی کی ذمہ داری نبھائی، وہ محتاجِ بیان نہیں، اپنے بیگانے سب اس کے معترف ہیں، ہم صرف ان کے وقتِ رخصت کا ایک واقعہ بیان کیے دیتے ہیں:

''عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو وار کر زخمی کیا گیا اور دنیا میں آپ کا آخری دن تھا، آپ نے اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا، دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ حساب کیا گیا تو تقریباً ۸۶ ہزار تھا، فرمایا، میرے خاندان والوں کے پاس اتنا مال ہو تو درست ورنہ قریبی رشتہ داروں سے مانگ کر پورا کرو اور بیت المال میں جمع کروا دو۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ذرا غور کیجیے کہ اتنی انصاف پسندی کے باوجود بھی جب آپ کو کہنے والے نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ خوش بخت ہیں، پہلے آپ کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا، پھر اسلام میں مرتبہ و مقام ملا، پھر خلافت ملی تو آپ نے عدل و انصاف کی روایت قائم کی، پھر اب آپ کو شہادت ملنے والی ہے، آپ نے فرمایا، تم اس سب کچھ کو بہت عظیم عمل سمجھتے ہو، میں تو چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ میری نجات کے لیے 'گزارا' بن جائے، ڈر ہے کہ کہیں میرے لیے وبال نہ جائے!'' (صحیح بخاری : ۳۷۰۰)

یہ تو تھے ہمارے اسلاف! لیکن اگر آج کے حکمرانوں کی بداعتدالیوں اور عیش و عشرت پر نظر دوڑائی جائے تو حیرانی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، آج کے حکمران حکومت کو ایک نہایت نفع بخش کاروبار سمجھ کر لوٹ کھسوٹ کی ساری حدیں عبور کر جاتے ہیں، ہر حکمران اپنے دورِ حکومت میں قوم کا مال دونوں ہاتھوں سے لوٹتا اور دنیا کے امیر ترین اشخاص کی لسٹ میں شامل ہو کر واپس جاتا دکھائی دیتا ہے۔

اُدھر ہمارے اسلاف کی اتنی سادگی اور انصاف پسندی کی برکت سے پوری دنیائے انسانیت نہیں، بلکہ دنیائے حیوانیت بھی ان سے لرزتی تھی اور اِدھر ہمارے آج کے حکمرانوں کی عیش پرستیوں اور بدعنوانیوں کی نحوست سے مسلمان غیروں کے غلام بن چکے ہیں۔

یہ سب کچھ دیکھ کر شاعر کا یہ شعر یاد آجاتا ہے:

؎ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ہے آج بھی کوئی حکمران جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے عدل و انصاف کو اپنا وطیرہ بنا کر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق بن جائے اور دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی کو اپنا مقدر بنا لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سبعة يظلّهم اللّٰه في ظلّه يوم لا ظلّ الّا ظلّه : الامام العادل ....

''سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ان میں سے ایک عدل و انصاف کرنے والا حکمران ہوگا۔۔۔''

(صحیح بخاری : ٦٨٠٦، صحیح مسلم : ١٠٣١)

☆☆.....☆☆.....☆☆

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

تفسیر البغوی (م ۵۱۰ھ)

مفسر کا نام:- الحافظ الامام محی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود۔ ''الفرّاء، البغوی'' سے معروف ہیں۔

تفسیر کا نام:- معالم التنزیل

تفسیر ھذا کی عمومی خصوصیات:-

آیت کی تفسیر آسان اور مختصر الفاظ میں کرتے ہیں، دراصل یہ تفسیرِ ثعالبی کا اختصار ہے، البتہ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ''انہوں نے اپنی تفسیر کو بدعتی لوگوں کے اقوال اور احادیثِ موضوعہ سے پاک رکھا ہے۔'' (مقدمة فی اصول التفسیر ص٧٦)

آپ تفسیر میں سلف کا اختلاف تو ذکر کرتے ہیں، لیکن کسی روایت کو ترجیح نہیں دیتے۔

عقیدہ:- آپ سلفی عقیدے کے حامل ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے وہ تمام اسماء وصفات ثابت کرتے ہیں، جو اس نے اپنے لیے ثابت کی ہیں، یہ بات ان کی شاندار کتاب ''شرح السّنۃ'' کے مقدمہ سے بھی واضح ہوتی ہے، ان کی تفسیر میں بھی عموماً ان صفات کا اثبات ہے، البتہ ان سے بعض صفات میں تاویل ہوئی ہے، صفتِ رحمت کو ارادۂ خیر (دیکھیں انکی تفسیر: ١/١٨)، صفتِ حیاء کو ترک ومنع (المعالم: ١/٤٣) اور صفتِ غضب کو ارادۂ انتقام (المعالم: ١/٢٣) سے تعبیر کیا ہے۔

استنادی اہتمام:- امام بغوی رحمہ اللہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے سلف سے منقول روایات عموماً بلا اسناد بیان کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس تفسیر کے مقدمے میں ان کی اسانید ذکر کر دی ہیں، آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب روایات کی صحت کا ذکر اہتمام سے کرتے ہیں اور منکر و موضوع روایات سے بچتے ہیں، البتہ بعض اوقات کلبی جیسے ضعیف راویوں سے بھی روایات لے لیتے ہیں۔

فقہی مسائل:- فقہی مسائل کو آسان طور پر بیان کرتے ہیں اور اختلاف کا ذکر اختصاراً کرتے ہیں۔

اسرائیلی روایات میں آپ کا اسلوب:- بعض اوقات اسرائیلیات بیان کر جاتے ہیں، لیکن ان کی تحقیق نہیں کرتے۔

شعر، لغت اور نحو:- مباحثِ ترکیب اور لطائفِ بلاغت میں طوالت سے اجتناب برتتے ہیں اور صرف وہ باتیں پیش کرتے ہیں، جو آیت کے معانی کی وضاحت کے لیے اہم ہوتی ہیں۔

Islamic Research Centre Rawalpindi